وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

رحمتِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم

مدرسوں اور اسکولوں کے طالب علموں کیلئے

مُرتّبہ

سید سلیمان ندوی

مطبوعہ معارف پریس شہر اعظم گڈھ

طبع ششم

۱۳۶۹ھ
۱۹۵۰ء

فہرست مضامین

رحمت العالمین

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع اول

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کا گلدستہ جس دھاگے سے بندھا ہے، وہ رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجود مبارک ہے اس لیے ضرورت ہے کہ اس وجودِ پاک کے سوانح کا ایک ایک حرف ہر مسلمان کے کان تک پہنچ جائے تاکہ یہ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے، اسکی مناسب صورت یہ ہے کہ ہر چھوٹے بڑے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام، کام اور پیغام کو پہنچایا جائے۔ ایک زمانہ سے دوستون کا اصرار تھا کہ چھوٹے لڑکون اور معمولی لکھے پڑھے لوگون کے لیے سیرت کی ایک ایسی چھوٹی سی کتاب لکھون جس کا پڑھنا اور سمجھنا سب کے لیے آسان ہو، اور پھر اس مین کوئی اہم بات چھوٹنے بھی نہ پائے دوستون کی اسی فرمایش کی تعمیل مین یہ مختصر سی سیرت لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اسمین عبارت کی سادگی، طرزِ ادا کی سہولت اور واقعات کے سمجھاؤ کا خاص خیال رکھا گیا ہے تاکہ، چھوٹی عمر کے بچے اور معمولی سمجھ کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکین، اور اسکولون اور مدرسون کے کورسون مین رکھی جاسکے۔ اس کتاب کا مسودہ بعض اسلامی ریاستون کے ذمہ دار تعلیمی افسرون کی نگاہون سے گذر چکا ہے، اور صوبہ بہار کے اسلامی مکتبون کے لیے بھی اس کا انتخاب ہوا ہے،

امید ہے کہ یہ دوسرے اسلامی مدرسون اور مکتبون مین بھی رواج پائے، اور مذہبی تعلیم کی ایک بڑی کمی پوری ہو،

سید سلیمان ندوی

شبلی منزل اعظم گڈھ، ۲۰ رجب سنہ ۱۳۵۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع دوم

کتاب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قدر ہوئی وہ مصنف کی توقع سے زیادہ ہے،
الحمد للہ علیٰ ذلک، پانچ ہزار کتاب ہاتھون ہاتھ نکل گئی، اور ہندی، گجراتی اور بنگالی مین
اس کے ترجمے بھی ہوئے، دکن، پنجاب، یو پی اور بہار کے مختلف اسلامی مدرسون اور مکتبون مین
وہ داخل نصاب ہوئی، اور اس کی فروخت سے چار ہزار روپے کے قریب دار العلوم ندوہ کے
سرمایۂ تعمیر مین منتقل کیا گیا،

اب نیا اڈیشن آپ کے پیش نظر ہے، اس کی زبان اور بھی ہلکی کی گئی ہے، اور بعض
غلطیون کی تصحیح بھی کر دی گئی ہے، آخر مین اخلاق کا حصہ اور بھی بڑھا دیا گیا ہے، دعا ہے، کہ
اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہمارے بچون مین اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت
اور ان کی پیروی کا خیال پیدا ہو،

ہیچمدان

سلیمان

۶ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ، ۱۲ر مئی ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرب کا ملک۔ ہمارے ملک کے پچھم طرف سمندر بہتا ہے، اس سمندر کے ایک کنارہ پر ہندوستان اور دوسرے کنارہ پر عرب کا ملک ہے، اس ملک عرب کا بڑا حصہ ریت اور پہاڑ ہے، بیچ کا حصہ تو بالکل بنجر اور غیرآباد ہے، صرف اس کے کنارون پر کچھ سبزی اور شادابی ہے، اور انہی مین اس ملک کے بسنے والے رہتے ہین،

اس کے ایک طرف بحرِ ہند[1] (ہندوستان کا سمندر) دوسری طرف خلیج ایران (ایران کی کھاڑی) تیسری طرف بحر احمر (لال سمندر) ہے، اور چوتھی طرف خشکی مین یہ عراق اور شام کے ملکون سے ملا ہوا ہے، اسی لیے عرب کے ملک کو جزیرہ نما اور جزیرہ (ٹاپو) بھی کہتے ہین،

جو حصہ بحر احمر کے کنارے کنارے لمبائی مین شام کی سرحد سے شروع ہو کر یمن کے صوبہ پر ختم ہوتا ہے، حجاز کہلاتا ہے، یمن کا صوبہ بحر احمر کے کنارے کنارے حجاز سے عدن کی کھاڑی تک پھیلا ہے، اور یہ عرب کا سب سے ہرا بھرا اور آباد صوبہ ہے، اسی کے قریب عدن کی کھاڑی کے کنارہ پر حضرموت ہے، اور عمان کے دریا کے عربی کنارے پر عمان اور ایران کی کھاڑی کے کنارے پر بحرین اور اس سے ملا ہوا یمامہ ہے، اور بیچ ملک سے عراق تک کا حصہ نجد کہلاتا ہے،

[1] بحر سمندر کو کہتے ہین،

حجاز۔ اوپر پڑھ چکے کہ بحر احمر کے کنارے کنارے شام کی سرحد سے یمن تک جو حصہ ہے اس کو حجاز کہتے ہین، حجاز مین تین شہر مشہور تھے، اور اب بھی ہین، ایک مکہ، دوسرا طائف اور تیسرا یثرب، ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام (ان پر درود وسلام ہو) کو انہی تین شہرون سے تعلق تھا،

خدا کے قاصد۔ تم روز دیکھتے ہو کہ ایک شخص مطلب کی کوئی بات جس کو پیغام کہتے ہین، دوسرے کسی دوسرے کے پاس بھیجتا ہے، تو وہ اپنی بات اپنے کسی معتبر آدمی سے کہہ دیتا ہے، اور وہ آدمی اس بات کو سن کر دوسرے شخص کو سنا آتا ہے، اس معتبر آدمی کو ہم قاصد اور پیغام لے جانے والا، اور فارسی مین پیغامبر اور عربی مین رسول کہتے ہین،

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے بندون کو اپنے مطلب کی بات اور پیغام سے خبر دے تو اس نے اپنی مہربانی سے اپنے کسی چہیتے اور پیارے بندہ کو اس کام کے لیے چنا، اور اس کا نام خدا کا قاصد، خدا کا پیغام پہنچانے والا، اور پیغمبر رکھا، عرب لوگ اسی کو نبی اور رسول کہتے ہین، خدا کے ان قاصدون اور رسولون کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کی باتون کو بندون تک پہنچاتے ہین، اور ان کو بتاتے ہین کہ تمھارا خدا تم سے کیا چاہتا ہے، اور کن باتون کے کرنے کا تم کو حکم دیتا ہے، اور کن باتون کو وہ ناپسند کرتا ہے، جو بندے اس کا کہا مانتے ہین ان سے اللہ خوش اور جو نہین مانتے، اُن سے وہ ناراض ہوتا ہے،

پیغمبرون کا سلسلہ۔ تمھارے خدا نے جب یہ دنیا بنائی، اور اس مین آدمیون کو بسانا چاہا، تو سب سے پہلے جس آدمی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اس کا نام آدمؑ رکھا انہی آدمؑ سے یہ سارے آدمی پیدا ہوتے چلے آرہے ہین، انہی حضرت آدمؑ کے وقت سے

اللہ نے اپنے بندون کو اچھی باتین سکھانے اور بُری باتون سے روکنے کے لیے اپنے قاصدون اور پیغمبرون کا سلسلہ بھی دنیا مین جاری کیا، جو ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا، اور اب آپ کے بعد کوئی دوسرا پیغمبر نہ آیا ہے، اور نہ قیامت تک آئے گا۔

ابراہیمؑ کی نسل۔ آدمؑ کی اولاد مین مشہور پیغمبر حضرت نوحؑ گذرے، نوحؑ کی اولاد مین حضرت ابراہیمؑ سب سے بڑے پیغمبر ہوئے، یہ عراق کے ملک مین پیدا ہوئے اور وہین بڑھے اور جوان ہوئے، اس وقت عراق کے لوگ چاند، سورج اور ستارون کی پوجا کرتے تھے، حضرت ابراہیمؑ نے جب یہ دیکھا تو دل مین غور کیا کہ کیا یہ ستارے خدا ہو سکتے ہین؟ لیکن جیسے ہی رات ختم ہو کر صبح کا تڑکا ہونے لگا، ستارے جھلملانے لگے، اور جب سورج نکلا تو وہ بالکل نگاہون سے اوجھل ہو گئے، یہ دیکھکر وہ پکار اٹھے، کہ ایسی فانی ہستیون سے تو مین دل نہین لگاتا، پھر رات آئی اور چاند پر نظر پڑی، تو خیال کیا کہ شاید اس کی روشنی مین خدائی کا جلوہ ہو، لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا، تو بول اٹھے کہ میرے پروردگار نے اگر مجھے راہ نہ دکھائی، تو مجھے سچائی کا راستہ کبھی نہ مل سکے گا، اب خیال ہوا کہ اچھا سورج کی روشنی تو سب سے بڑھ کر ہے، کیا یہ ہمارا دیوتا نہین ہو سکتا، لیکن شام کی تاریکی نے اس بڑی روشنی کو بھی جب بجھا دیا، تب ان کے دل سے آواز آئی، کہ میرے پروردگار کا نور تو وہ نور ہے جس کو اندھیرا نہین، مین اسی خدا کو مانتا ہون جس نے آسمان اور زمین اور ان کے ان جلوون کو پیدا کیا، پھر لوگون سے پکار کر کہا کہ مین تمھارے مشرکانہ دین کو چھوڑتا ہون، اور ہر طرف سے مڑ کر اس ایک خدائے برحق کے آگے سر جھکاتا ہون، خدا نے ان کو پیغمبر بنایا، اور آسمان اور زمین کی حقیقتون کے دفتر

ان کے سامنے کھول دیے، اور دنیا میں توحید کا پیغام سنانے کے لیے ان کو مامور کیا،
انھوں نے عراق کے بادشاہ نمرود اور اس کے درباریوں کو یہ پیغام سنایا، ان کے کانوں
میں یہ بالکل نئی آواز تھی، انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ڈرایا، دھمکایا، مگر وہ اپنی بات پر جمے
رہے، اور ایک دن موقع پاکر اُن کے بت خانہ میں جاکر ان کی پتھروں کی مورتیوں
کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا، یہ دیکھکر بادشاہ نے ان کے لیے یہ سزا تجویز کی کہ وہ آگ کے الاؤ
میں ڈال کر جلا دیے جائیں، یہ امتحان کا موقع تھا، مگر ان کی ثابت قدمی کا وہی حال
رہا، ادھر ان کا آگ میں پڑنا تھا کہ آگ بجھ کر ان کی جان کی سلامتی کا سامان بن گئی،
اب حضرت ابراہیمؑ نے یہاں سے شام اور مصر کے ملکوں کی طرف رخ کیا، اور وہاں
کے بادشاہوں کو توحید (خدا کو ایک ماننا اور کہنا) کا وعظ سنایا، اور جب کہیں آواز
نہ سنی گئی، تو عرب کے صوبہ حجاز میں چلے آئے،

اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو دو بیٹے دیے، بڑے کا نام اسمٰعیلؑ اور چھوٹے
کا نام اسحاقؑ رکھا، اسحاق کو شام کے ملک میں اور اسماعیل کو حجاز میں آباد کیا،

کعبہ۔ حجاز کا ملک ان دنوں آباد نہ تھا، مگر شام اور یمن کے ملک بہت
آباد تھے، شام سے یمن کو، اور یمن سے شام کو جو بیوپاری اور سوداگر آتے جاتے وہ
حجاز ہی کے راستہ سے آتے جاتے تھے، اس لیے حجاز میں آنے جانے والے سوداگروں
کا تانتا لگا رہتا تھا، حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کا حکم ہوا کہ اسی حجاز کی زمین میں ایک مقام پر
ہماری عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے ایک گھر بناؤ، حضرت اسمٰعیلؑ اور ابراہیمؑ
نے مل کر خدا کے اس گھر کو بنا کر کھڑا کیا، اس گھر کا نام کعبہ اور بیت اللہ یعنی خدا کا گھر
رکھا گیا،

اسماعیلؑ کا گھرانا خدا نے اپنے اس گھر کو بزرگی بخشی، اور حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ
اس گھر کی خدمت کے لیے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اس مقام پر آباد کرو، حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی
کیا، حضرت اسماعیلؑ کی اولاد بھی یہیں رہنے لگی اور اس مقام کا نام مکہ رکھا۔

حضرت اسماعیلؑ کا گھرانا اس شہر میں جس کا نام مکہ پڑا تھا، آباد رہا، اور خدا کا پیغام
بندوں کو سناتا، اور کعبہ میں خدا ہی کی عبادت کرتا رہا، بہت دن گذرنے کے بعد
یہ لوگ دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی ایک خدا کو چھوڑ کر مٹی اور پتھر کی عجیب عجیب
شکلیں بنانے اور کہنے لگے کہ یہی ہمارے خدا ہیں، مٹی اور پتھر کی جن عجیب عجیب شکلوں
کو وہ خدا سمجھ کر پوجتے تھے، ان کو بت کہتے تھے، بتوں کو خدا سمجھنا، اور ان کو پوجنا اللہ
تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا کام ہے، اور جو لوگ خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں،
ان کو کافر کہتے ہیں،

قریش۔ اتنے دنوں میں اسماعیلؑ کے گھرانے کے آدمی بہت سے خاندانوں
اور قبیلوں میں بٹ گئے تھے، ان میں ایک مشہور قبیلہ کا نام قریش تھا، یہ خاص مکہ میں
آباد اور کعبہ کا متولی (انتظام کرنے والا) تھا، دور دور سے کعبہ کے حج کے لیے جو لوگ
آتے جن کو حاجی کہتے ہیں، ان کو ٹھہرانا، کھانا کھلانا، پانی پلانا، اور کعبہ شریف کے دوسرے
کاموں کی دیکھ بھال اسی قبیلہ کے ہاتھوں میں تھی، اسی لیے یہ قبیلہ سارے عرب میں عزت
کے ساتھ دیکھا جاتا تھا، اسی قبیلہ کے اکثر آدمی تجارت اور سوداگری کا پیشہ کرتے تھے۔

بنی ہاشم۔ قریش کے قبیلہ میں بھی کئی بڑے بڑے خاندان تھے۔ ان میں سے
ایک بنی ہاشم تھے، یہ ہاشم کی اولاد تھے، ہاشم اس خاندان کے بڑے نامی گرامی شخص
تھے، حاجیوں کو دل کھول کر کھانا کھلاتے تھے، اور پینے کے لیے چمڑے کے حوضوں

مین پانی بھرواتے تھے، یہ ایک طرح سے مکہ کے امیر تھے، قریش کے لیے جو زیادہ تر تجارت اور بیوپار سے روزی کماتے تھے، انھون نے یہ کہا کہ حبش کے بادشاہ نجاشی، اور مصر اور شام کے بادشاہ قیصر سے فرمان لکھوایا کہ ان کے ملکون مین قریش کے سوداگر بے روک ٹوک آجاسکین، پھر عرب کے مختلف قبیلون مین پھر پھر کر ان سے یہ عہد لیا کہ وہ قریش کے سوداگرون کے قافلہ کو نہین لوٹین گے، اور قریش کے سوداگر اس کے بدلے مین یہ کرین گے کہ ہر قبیلہ کی ضرورت کی چیزین لیکر خود اس کے پاس جائین گے،

عبدالمطلب۔ ہاشم نے اپنی شادی یثرب کے شہر مین بنو نجار کے خاندان مین کی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا اصلی نام تو شیبہ تھا، مگر شہرت عبدالمطلب کے نام سے ہوئی،

عبدالمطلب نے بھی جوان ہو کر بڑا نام پیدا کیا، کعبہ کا انتظام بھی ان کے سپرد ہوا، کعبہ مین حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کا ایک کنوان تھا جس کا نام "زمزم" تھا، یہ کنوان اتنے دنون سے پڑا پڑا پٹ گیا تھا، عبدالمطلب نے اس کو صاف کر کے پھر درست کرایا،

عبدالمطلب کی اولاد۔ عبدالمطلب بڑے خوش نصیب تھے، عمر بھی بڑی پائی، دس جوان بیٹے تھے، ان مین پانچ کسی نہ کسی حیثیت سے بہت مشہور ہوئے، ابولہب، ابوطالب، عبداللہ، حمزہؓ، عباسؓ،

عبداللہ۔ ان بیٹون مین اپنے باپ کے سب سے چہیتے اور پیارے، مگر سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ تھے، یہ سترہ برس کے ہوئے تو بنی زہرہ نام قریش کے ایک دوسرے معزز خاندان کی لڑکی سے ان کی شادی ہوئی، ان بی بی کا نام آمنہ تھا، عبداللہ شادی کے بعد بہت کم جیے، چند ہی روز کے بعد وفات پا گئے،

ولادت ۔ عبد اللہ کے مرنے کے چند مہینوں کے بعد بی بی آمنہ کے بچہ پیدا ہوا، جس کا نام محمد رکھا گیا، یہی وہ بچہ ہے جو ہمارا رسول اور پیغمبر ہے، جس کے پیدا ہونے کی دعا حضرت ابراہیم نے خدا سے مانگی تھی، اور حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد اس کے آنے کی خوشخبری سب کو سنائی تھی، اور جو ساری دنیا کی قوموں کا رسول بننے والا تھا،

پیدائش ۱۲ تاریخ کو ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی، سب گھر والوں کو اس بچہ کے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی،

پرورش ۔ سب سے پہلے ہمارے رسول کو ان کی ماں آمنہ نے دودھ پلایا، دو تین دن کے بعد ان کے چچا ابولہب کی ایک لونڈی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا،

اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ عرب کے شریف گھرانوں کے بچے دیہات میں پرورش پاتے تھے دیہات سے عورتیں آتیں، شریفوں کے بچوں کو پالنے اور دودھ پلانے کیلیے اپنے ساتھ اپنے گھروں کو لے جاتیں، ان ہی عورتوں میں سے ایک جن کا نام حلیمہ تھا، اور جو ہوازن کے قبیلہ کے سعد کے خاندان سے تھیں، مکہ آئیں، اور آپ کو پرورش کیلیے اپنے قبیلہ میں لے گئیں، چھ برس کے سن تک آپ حضرت حلیمہ کے پاس ہوازن کے قبیلہ میں پرورش پاتے رہے۔

بی بی آمنہ کے پاس ۔ آپ چھ برس کے ہو چکے تو آپ کو آپ کی ماں بی بی آمنہ نے اپنے پاس رکھ لیا، اور یہ پڑھ آئے ہو کہ آپ کی پردادی یثرب کی رہنے والی اور نجار کے خاندان سے تھیں، بی بی آمنہ آپ کو لے کر کسی سبب سے مدینہ آئیں اور نجار کے خاندان میں ایک مہینہ تک رہیں،

بی بی آمنہ کی وفات ۔ ایک مہینہ کے بعد جب یہاں سے واپس ہوئیں تو کچھ منزل چلکر بیمار ہوئیں، اور ابواء کے مقام پر پہنچکر وفات پا گئیں، اور یہیں دفن ہوئیں،

کیسا افسوسناک موقع تھا، سفر کی حالت تھی، ساتھ نہ کوئی یار نہ مددگار، نہ مونس نہ غم گسار، ایک ماں، وہ اس دنیا سے سدھار گئیں، بی بی آمنہ کے ساتھ انکی وفادار لونڈی ام ایمن تھیں، وہ حضرت کو اپنے ساتھ لے کر مکہ آئیں ۔

عبدالمطلب کی پرورش میں ۔ اور مکہ آکر آپ کو آپکے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا، دادا نے اپنے بن ماں باپ کے یتیم پوتے کو سینہ سے لگایا، اور بڑی محبت اور پیار سے آپ کی پرورش شروع کی، محبت کے مارے ہمیشہ وہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، اور ہر طرح سے آپ کی خاطر کرتے تھے ۔

عبدالمطلب کی وفات ۔ عبدالمطلب اب بہت بوڑھے ہو چکے تھے، بیاسی برس کی عمر تھی، ان کو رہ رہ کر اپنے یتیم پوتے کا خیال آتا تھا، آخر اس کو اپنے سب سے ہونہار بیٹے ابوطالب کے سپرد کر کے وفات پائی، اور مکہ کے قبرستان میں جس کا نام حجون ہے، دفن ہوئے ۔

ابوطالب کی پرورش میں ۔ چچا نے اپنے بھتیجے کو بڑے لاڈ اور پیار سے پالا، اپنے بچوں سے بڑھ کر ان کے آرام کا خیال کرتے، اور ان کا ناز اٹھاتے، ابوطالب سوداگر تھے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ وہ تجارت کا سامان لے کر شام کے ملک کو جانے لگے، حضرت نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش کی، چچا اکلوتے بھتیجے کی خواہش کو رد نہ کر سکے، اور ساتھ لے چلے، پھر کسی وجہ سے راستہ ہی سے واپس کر دیا، جب آپ کی عمر ذرا بڑی ہوئی تو عرب بچوں کے دستور کے مطابق بکریاں چرانے لگے،

عرب میں اس وقت لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا، اس لیے آپ کو بھی لکھنے پڑھنے کی تعلیم نہیں دی گئی، البتہ اپنے چچا کے ساتھ مل کر کاموں کا تجربہ

سکھتے تھے، رفتہ رفتہ آپ جوانی کی عمر کو پہنچے،

فجار کی لڑائی مین شرکت عرب کے لوگ بڑے لڑاکے تھے، بات بات مین آپس مین لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اگر کہین کسی طرف سے کوئی آدمی مارا گیا، تو جب تک اس کا بدلہ نہین لے لیتے تھے چین سے نہ بیٹھتے تھے، ایک دفعہ بکر اور تغلب عرب کے دو قبیلون مین ایک گھوڑدوڑ کے موقع پر لڑائی ہوئی تو وہ لڑائی پورے چالیس برس تک ہوتی رہی،

اسی قسم کی ایک لڑائی کا نام فجار ہے۔ یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلون مین ہوئی تھی، قریش کے سب خاندانون نے اپنی اس قومی لڑائی مین شرکت کی تھی، ہر خاندان کا دستہ الگ الگ تھا، ہاشم کے خاندان کا جھنڈا عبد المطلب کے ایک بیٹے زبیر کے ہاتھ مین تھا، اسی صف مین ہمارے پیغمبر بھی تھے، آپ بڑے رحم دل تھے، لڑائی جھگڑے کو پسند نہین فرماتے تھے، اس لیے آپنے کبھی کسی پر ہاتھ نہین اٹھایا،

مظلومون کی حمایت کا معاہدہ۔ ان لڑائیون کے سبب سے ملک مین بڑی بیچینی تھی، کسی کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا، نہ کسی کو اپنی اور اپنے عزیزون کی جانون کی خیر نظر آتی تھی، ان لڑائیون مین لوگ بہت مارے جاتے تھے، اسلیے خاندانون مین بن باپ کے یتیم بچے بہت تھے، ان کا کوئی پوچھنے والا نہ تھا، ظالم لوگ ان کو ستاتے تھے، اور زبردستی ان کا مال کھا جاتے تھے، خاندان مین جو کمزور ہوتا، اس کا کہین ٹھکانا نہ تھا، غریبون پر ہر طرح کا ظلم ہوتا تھا، یہ حالت دیکھکر آپ کا دل دکھتا تھا، اور سوچتے تھے کہ اس زور و ظلم کو کیسے روکین، کہ سب لوگ خوش خوش امن و امان سے رہین،

عرب کے چند نیک مزاج لوگون کو پہلے بھی یہ خیال ہوا تھا کہ اس کے لیے چند قبیلے مل کر آپس مین یہ عہد کرین کہ وہ سب مل کر مظلومون کی مدد کرین گے، اس تجویز کے جو پہلے بانی تھے، ان کے نامون مین اتفاق سے فضل کا لفظ تھا جس کے معنی مہربانی کے ہین، اس لیے ان کے آپس کے اس عہد کا نام "فضل والون کا قول و قرار" رکھا گیا، اور اس کو عربی مین حلف الفضول" کہتے ہین،

فجار کی لڑائی جب ہو چکی تو آپ کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ اس قول و قرار کو جو پہلے کیا جا چکا تھا، اور جس کو لوگون نے بھلا دیا تھا، پھر سے زندہ کیا جائے اس کے لیے ہاشم، زہرہ اور تیم کے خاندان، مکہ کے ایک نیک مزاج امیر آدمی کے گھر مین جس کا نام عبد اللہ بن جدعان تھا، جمع ہوئے، اور سب نے مل کر عہد کیا کہ ہم مین سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا، اور اب مکہ مین کوئی ظالم رہنے نہین پائے گا، اس معاہدہ مین ہمارے رسولؐ بھی شریک تھے، اور بعد کو فرمایا کرتے تھے کہ "مین آج بھی اس معاہدہ پر عمل کرنے کے لیے تیار ہون"۔

کعبہ کی تعمیر۔ مکہ کا شہر ایسی جگہ بسا ہے جس کے چارون طرف پہاڑیان ہین، انھی کے بیچ مین کعبہ بنا ہے، جب زور کا مینہ برستا ہے، پہاڑیون سے پانی بہہ کر شہر کی گلیون مین بھر جاتا، اور گھرون مین گھس جاتا ہے، کعبہ کی دیوارین نیچی تھین، اور اس پر چھت بھی نہ تھی، اس لیے بہت دفعہ ایسا ہوا کہ سیلاب سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچ جاتا، یہ دیکھ کر مکہ والون کی رائے ہوئی کہ کعبہ کی عمارت پھر سے اونچی اور مضبوط کر کے بنائی جائے، اتفاق یہ کہ مکہ کے بندرگاہ پر جس کا نام جدہ تھا، سوداگرون کا ایک جہاز آ کر ٹوٹ گیا تھا، قریش کو خبر لگی تو ایک آدمی کو بھیج کر جہاز کے تختے مول لے لیے،

اب قریش کے سب خاندانون نے مل کر کعبہ کے بنانے کا کام شروع کیا، کعبہ کی پرانی دیوار مین ایک کالا سا پتھر لگا تھا، اور اب بھی لگا ہے، اس کو اب بھی کالا پتھر ہی کہتے ہین، اسی کا نام عربی مین "حجر اسود" ہے، یہ پتھر عرب کے لوگون مین بڑا متبرک سمجھا جاتا تھا، اور اسلام مین بھی اس کو متبرک مانا جاتا ہے، خانۂ کعبہ کے چارون طرف پھیر کرتے وقت ہر پھیرا اسی کے پاس سے شروع کیا جاتا ہے،

جب قریش نے اس وفعہ دیوار کو وہان تک اونچا کر لیا، جہان یہ پتھر لگا تھا، تو ہر خاندان نے یہی چاہا کہ اس مقدس پتھر کو ہم ہی اکیلے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھین، نوبت یہان تک پہنچی کہ تلوارین کھنچ گئین، جب جھگڑا کسی طرح طے نہین ہوا تو قریش کے ایک سب سے بوڑھے آدمی نے یہ رائے دی کہ کل صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے کعبہ مین آئے، وہی اپنی رائے سے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دے، اور اس کا جو فیصلہ ہو، اس کو سب لوگ دل سے مان لین، سب نے اس رائے کو پسند کیا، اب اللہ کا نام دیکھو کہ صبح سویرے جو سب سے پہلے پہنچا، وہ ہمارے رسول تھے۔ آپ کو دیکھ کر سب خوش ہو گئے، آپ نے یہ کیا کہ ایک چادر منگوا کر اس مین پتھر رکھا، اور ہر قبیلہ کے سردار کو کہا کہ وہ اس چادر کے ایک ایک کونے کو تھام لین، اور اوپر کو اٹھائین، جب پتھر چادر سمیت اپنی جگہ پر آ گیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھون سے اس کو اٹھا کر اسکی جگہ پر رکھدیا، اور اس طرح عرب کی یہ ایک بڑی لڑائی ہمارے رسول کی تدبیر سے رک گئی،

سوداگری کا کام۔ قریش کے شریفون کا سب سے باعزت پیشہ سوداگری اور تجارت تھا، جب ہمارے رسول کاروبار سنبھالنے کے لائق ہوئے تو اسی پیشہ کو اختیار فرمایا

آپ کی نیکی، سچائی، اور اچھے برتاؤ کی شہرت تھی، اس لیے اس پیشہ مین کامیابی کی راہ آپکے لیے بہت جلد کھل گئی، ہر معاملہ مین سچا وعدہ فرماتے، اور جو وعدہ فرماتے اس کو پورا ہی کرتے، آپؐ کی تجارت کے ایک ساتھی عبداللہ بیان کرتے ہین کہ ایک بار مین نے آپ سے اس زمانہ مین خرید فروخت کا ایک معاملہ کیا، بات کچھ طے ہو چکی تھی، کچھ ادھوری رہ گئی تھی، مین نے وعدہ کیا کہ پھر آکر بات پوری کر لیتا ہون، یہ کہہ کر چلا گیا، تین دن کے بعد مجھے اپنا یہ وعدہ یاد آیا، دوڑ کر آیا تو دیکھا آپ اسی جگہ بیٹھے میرے آنے کا انتظار کر رہے ہین، اور جب آیا تو آپؐ کی پیشانی پر میری اس حرکت سے بل تک نہین آیا، نرمی کے ساتھ اتنا ہی فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی زحمت دی، تین دن سے یہین بیٹھا تمھارا انتظار کر رہا ہون،

تجارت کے کاروبار مین آپ اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے، سائب نام آپؐ کے ایک ساتھی کہتے ہین کہ میرے مان باپ آپ پر قربان، آپ میری تجارت مین شریک تھے، مگر ہمیشہ معاملہ صاف رکھا، نہ کبھی جھگڑا کرتے، نہ لیپ پوت کرتے تھے، آپ کے کاروبار کے ایک اور ساتھی کا نام ابو بکرؓ تھا، وہ بھی مکہ ہی مین قریش کے ایک سوداگر تھے، وہ کبھی کبھی سفر مین آپ کے ساتھ رہتے تھے،

قریش کے لوگ ہمارے حضرت کی خوش معاملگی، دیانت داری اور ایمانداری پر اتنا بھروسہ کرتے تھے کہ بے تامل اپنا سرمایہ آپؐ کے سپرد کر دیتے تھے، بہت سے لوگ اپنا روپیہ پیسہ آپکے پاس امانت رکھواتے تھے، اور آپ کو امین یعنی امانت والا کہتے تھے،

تجارتی سفر۔ قریش کے سوداگر اکثر شام اور یمن کے ملکون مین سفر کر کے تجارت کا مال بیچا کرتے تھے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی تجارت کا سامان

لے کر انہی ملکوں کا سفر کیا،

حضرت خدیجہؓ کی شرکت ۔ عرب میں تجارت کا ایک قاعدہ یہ تھا کہ امیر لوگ جن کے پاس دولت ہوتی تھی، وہ روپیہ دیتے تھے، اور دوسرے محنتی لوگ جنکو تجارت کا سلیقہ ہوتا تھا، اس روپیہ کو لے کر تجارت میں لگاتے تھے، اور اس سے جو فائدہ ہوتا تھا، اُس کو دونوں آپس میں بانٹ لیتے تھے، حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طریقہ پر تجارت کا کام شروع کیا تھا،

قریش میں خدیجہ نام کی ایک دولتمند بی بی تھیں، ان کے پہلے شوہر مر گئے تھے، اور اب وہ بیوہ تھیں، وہ اپنا سامان دوسروں کو دے کر ادھر اودھر بھیجا کرتی تھیں، انھوں نے ہمارے حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ایمانداری اور سچائی کی تعریف سنی تو آپ کو بلوا کر کہا کہ آپ میرا سامان لے کر تجارت کیجیے، میں جتنا نفع دوسروں کو دیتی ہوں، اس سے زیادہ آپ کو دوں گی، آپ راضی ہو گئے، اور ان کا سامان لے کر شام کے ملک کو گئے، بی بی خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپکے ساتھ کر دیا، اس تجارت میں خاصہ نفع ہوا، واپس آئے تو بی بی خدیجہ آپکے کام سے بہت خوش ہوئیں،

بی بی خدیجہؓ سے نکاح ۔ اس سفر سے واپس آئے تین مہینے گذرے تھے کہ بی بی خدیجہؓ نے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، اس وقت آپ کی عمر پچیس ۲۵ برس کی اور بی بی خدیجہؓ کی چالیس ۴۰ برس کی تھی، پھر بھی آپنے خوشی سے اس پیغام کو قبول کر لیا، اور چند روز کے بعد نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ یہ تقریب انجام پا گئی، آپکے چچا ابوطالب اور حمزہؓ اور خاندان کے دوسرے بڑے دلہن کے مکان پر گئے، ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا، اور پانسو درہم مہر قرار پایا،

اب دونون میان بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے، تجارت کا کام اسی طرح چلتا رہا، اور آپ عرب کے مختلف شہرون مین آتے جاتے رہے، اور آپ کی نیکی، سچائی اور اچھے اخلاق کا ہر طرف چرچا تھا،

شرک اور برائی کی باتون سے بچنا۔ محمد (اللہ کا درود ان پر ہو) دنیا مین اس لیے پیدا کیے گئے تھے کہ وہ اللہ کے بندون کو اللہ کا پیام سنائین ان کو برائی، اور بدی کی باتون سے بچائین، اچھی اور نیک باتین بتائین تو جس کے پیدا کرنے سے اللہ کی غرض یہ ہو، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو کتنی اچھی باتین دی ہون گی، اور اس کی خصلتین کتنی اچھی بنائی ہونگی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بچپن ہی سے بہت نیک، اچھے اور ہر برائی سے پاک تھے، بچپن مین بچون کی طرح کے چھوٹے اور بے کار کھیل کود سے پاک رہے، اور جوان ہو کر بھی جوانی کی ہر برائی اور ہر بدی سے پاک رہے جب کبھی کوئی معمولی بات بھی ایسی ہوتی، جو نبی، رسول اور اللہ کے قاصد کی شان کے مناسب نہ ہوتی، تو آپ کو اللہ اُس سے صاف بچا لیتا،

بچپن کا قصہ ہے کہ کعبہ کی دیوار درست ہو رہی تھی، بچے اپنے اپنے تہبند اتار کر کندھون پر رکھ کر پتھر لادتے تھے، آپنے بھی اپنے چچا کے کہنے سے ایسا کرنا چاہا، تو غیرت کے مارے بیہوش ہو کر گر پڑے، شروع جوانی مین ایک جگہ دوستون کی بے تکلف مجلس تھی، جس مین لوگ فضول قصہ کہانی مین رات گذارتے۔ آپ نے بھی اُن کے ساتھ وہان جانا چاہا، مگر آپ کو راہ مین ایسی نیند آگئی کہ صبح ہی کو جا کر آنکھین کھلین،

قریش کے سب ہی لوگ اپنے دادا ابراہیم (علیہ السّلام) کا دین بھلا چکے تھے، اور اللہ کو چھوڑ کر مٹی اور پتھر کی شکلین بنا کر ان مورتیون کو پوجتے تھے، کچھ لوگ سورج اور دوسرے ستارون کی پوجا کرتے تھے، مگر حضور (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جب سے ہوش سنبھالا، ان باتون سے برابر بچتے رہے،

رسول ہوتے ہیں

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ کا درود اور سلام ان پر ہو) چالیس برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے، یہ وہ زمانہ ہوتا ہے، جب آدمی کی سمجھ بوجھ پوری اور عقل پختہ ہو جاتی ہے، شروع جوانی کی خواہشیں مرچکی ہوتی ہیں، دنیا کا اچھا بُرا تجربہ ہو چکا ہوتا ہے، یہی عمر اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا رسول اور قاصد بنائے، اور جاہلوں کے سکھائے اور ناوانوں کے بتانے کے لیے اس کو ان کا استاد مقرر فرمائے،

اللہ اپنے رسولوں کو فرشتوں کے ذریعہ سے اپنی باتوں سے آگاہ فرماتا ہے، اور اپنا کلام ان کو سناتا ہے، وہ رسول فرشتہ سے خدا کا کلام سن کر خدا کے بندوں کو وہی سناتے ہیں، اللہ کے جو نیک بندے رسول کے منہ سے خدا کا کلام سن کر خدا کی بات مانتے اور اس کے حکم پر چلتے ہیں، وہ مسلمان کہلاتے ہیں، اللہ ان سے خوش ہوتا ہے، پیار کرتا ہے، اور جب تک وہ جیتے ہیں اللہ اُن کو ہر طرح کا انعام دیتا ہے، اور ان پر اپنی برکت اتارتا ہے، اور جب وہ مرجاتے ہیں، تو ان کی روح کو آرام اور چین نصیب کرتا ہے، اور قیامت کے بعد جب پھر سب لوگ جی اٹھیں گے، تو نیک لوگوں کو اللہ وہاں ہر طرح کی خوشی نصیب کرے گا۔ وہ بادشاہوں سے بڑھکر وہاں ہر طرح کا آرام اور چین پائیں گے، یہ بادشاہوں سے بڑھکر آرام اور چین جہاں

ملے گا، اس کا نام بہشت ہے اور اسی کو جنت بھی کہتے ہین،

اور جو لوگ اُس رسول کی بات کو نہین مانتے، اور خدا کے کلام کو نہین سنتے اور اس کے حکمون پر نہین چلتے وہ اس دنیا مین بھی دل کا چین اور روح کا آرام نہین پاتے، اور مرنے کے بعد خدا کی خوشنودی سے محروم رہتے ہین، اور قیامت کے بعد وہ دکھ درد اور سزا پائین گے، کہ ویسی تکلیف کبھی نہین اٹھائی ہوگی، اور وہ مقام جہان اُن کو یہ سزا ملے گی، وہ دوزخ ہے، جس کو جہنم بھی کہتے ہین،

جس اللہ نے اپنے بندون کے لیے زمین اور آسمان بنایا، طرح طرح کے اناج میوے اور پھل پیدا کیے، پہننے کو رنگ برنگ کے کپڑے بنائے، زمین مین قسم قسم کے سبزے اور پھول اگائے، جس نے انسان کے چند روزہ آرام کے لیے یہ سب کچھ بنایا کیا اُس نے اُن کے ہمیشہ کے آرام کا سامان نہ کیا ہوگا، جس طرح اس دنیا کے قاعدے قانون بتانے اور سکھانے کے لیے استاد، طبیب اور ڈاکٹر بنائے ہین، اسی طرح اس دنیا کے قاعدے اور قانون بتانے کے لیے رسول اور پیغمبر بنائے، اور جس طرح اس دنیا کے استادون اور ڈاکٹرون کا کہنا اگر ہم نہ مانین، تو ہم کو دنیا مین اپنی نادانی اور جہالت سے بڑی تکلیفین اٹھانی پڑین، اسی طرح اگر ہم نادانی اور جہالت سے رسولون اور پیغمبرون کا کہنا نہ مانین، تو اس دنیا مین ہم بڑی تکلیف اٹھائین گے،

اللہ کے سارے احسانون مین سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اُس نے ہم کو اپنی باتون کے سمجھانے اور نیکی کا راستہ دکھانے کے لیے اپنے رسول بھیجے،

آدمؑ کے وقت سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک ہر زمانہ مین اور ہر قوم مین خدا کے یہ رسول آتے رہے، اب سب سے پیچھے سب رسولون کے رسول حضرت محمد اللہ کا درود

ان پر ہو) کو بھیجا، آپ کے بعد پھر کوئی دوسرا رسول آنے والا نہین، کیونکہ خدا کی بات پوری ہو چکی، اور خدا کا پیام ہر جگہ پہنچ چکا،

وحی ہمارے رسول کو چالیس برس کی عمر مین جب اللہ نے رسول بنانا چاہا، اس سے پہلے آپ کو اکیلے رہنا بہت پسند تھا، کئی کئی روز کا کھانا لے لیتے، اور مکہ کے قریب ایک پہاڑ کے غار مین جس کا نام حرا تھا، چلے جاتے، اور اللہ کی باتون پر غور کرتے دنیا کی گمراہی اور عرب کے لوگون کی یہ بُری حالت دیکھ کر آپ کا دل دکھتا تھا۔ آپ اس غار مین دن رات خدا کی عبادت اور سوچ مین پڑے رہتے تھے، ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ کے حکم سے اللہ کا وہ فرشتہ جو اللہ کا کلام اور پیام لے کر رسولون کے پاس آتا ہے، اور جس کا نام جبریلؑ ہے، نظر آیا، اس فرشتہ نے خدا کا بھیجا ہوا سب سے پہلا پیغام جسکو وحی کہتے ہین، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنایا، خدا کی بھیجی ہوئی پہلی وحی یہ تھی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي	اپنے اُس خدا کا نام لیکر پڑھ جس نے
خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ	کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو
عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ	جمے ہوئے خون سے بنایا، پڑھ تیرا
الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ	خدا بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے
الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝	ذریعہ علم کو سکھایا، انسان کو وہ بتایا
(علق)	جو وہ نہین جانتا تھا۔

یہ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پہلی وحی آئی، اس وحی کا آنا تھا، کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی امت کی تعلیم کا بڑا بوجھ ڈال دیا گیا، نادانون کو بتانا، انجانون کو سکھانا، اندھیرے مین چلنے والون کو روشنی دکھانا،

اور بتون کے پجاریون کو خدا کے پاک نام سے آشنا کرنا، آپ کا کام ٹھرایا گیا، آپ کا دل اس بوجھ کے ڈر سے کانپ گیا، اسی حالت مین آپ گھر واپس آئے، اور اپنی بی بی حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کیا، حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی، اور کہا کہ آپ غریبون پر رحم فرماتے ہین، بے کسون کی مدد کرتے ہین، اور جو قرضون کے بوجھ کے نیچے دبے ہین ان کا بوجھ ہلکا کرتے ہین، اللہ تعالیٰ ایسے آدمیون کو یون نہ چھوڑے گا، پھر آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے ہان لے گئین، ورقہ عیسائی ہو گئے تھے، اور عبرانی زبان جانتے تھے، اور حضرت موسیٰؑ کی کتاب توراۃ، اور حضرت عیسیٰؑ کی کتاب انجیل پڑھے ہوئے تھے، انھون نے خدا کے رسول (ان پر درود ہو) سے یہ سارا ماجرا سنا تو کہا کہ یہ وہی خدا کا فرشتہ ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا، اے کاش مین اس وقت طاقتور اور تندرست ہوتا، جب تمھاری قوم تم کو تمھارے گھر سے نکالے گی، آپنے پوچھا کیا ایسا ہوگا؟ ورقہ نے کہا کہ جو پیغام لے کر آپ آئے ہین، اس کو لے کر آپ سے پہلے جو بھی آیا، اس کی قوم نے اس کے ساتھ یہی کیا، اتفاق یہ کہ اس کے کچھ ہی روز کے بعد ورقہ نے انتقال کیا،

ابھی آپنے اپنا کام شروع ہی کیا تھا، کہ اللہ کا حکم آیا:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝	اے چادر مین لپٹے ہوئے! کھڑا ہو جا
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝	پھر ڈر سنا، اور اپنے رب کی بڑائی بول
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝	اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی
(مدثر)	کو چھوڑ دے،

اسی وحی کے آنے کے بعد آپ پر فرض ہوگیا کہ خدا پر بھروسہ کر کے کھڑے ہو جائین،

اور لوگون کو خدا کی باتین سنائین، رب کی بڑائی بولین، اور ناپاکی اور گندگی کی باتون سے بچین، اور بچائین،

اسلام جس تعلیم کو لے کر ہمارے حضورؐ بھیجے گئے، اس کا نام اسلام تھا، اسلام کے معنی یہ ہین کہ اپنے کو خدا کے سپرد کردین، اور اس کے حکم کے سامنے اپنی گردن جھکا دین، اس اسلام کو جو مان لیتا تھا، اُس کو مسلم کہتے تھے، یعنی خدا کے حکم کو ماننے والا، اور اس کے مطابق چلنے والا، اور اب ہم اسی کو اپنی زبان مین مسلمان کہتے ہین،

توحید اسلام کا سب سے پہلا حکم یہ تھا کہ اللہ ایک ہے، اس کی خدائی مین کوئی اس کا ساتھی اور ساجھی نہین، زمین سے آسمان تک اسی ایک کی سلطنت ہے، سورج اسی کے حکم سے نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے، آسمان اسی کے فرمان کے تابع اور زمین اس کے اشارہ کی پابند ہے، پھل، پھول، درخت، اناج، سب اسی کے اگائے ہین، دریا، پہاڑ، جنگل، سب اسی نے بنائے ہین، نہ اس کے کوئی اولاد ہے، نہ بیوی، نہ ماں باپ ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر اور مقابل ہے، دکھ، درد، اور رنج و غم سب وہی دیتا ہے، اور وہی دور کرتا ہے، ہر خیر اور خوشی اور نعمت وہی دیتا ہے، وہی چھین سکتا ہے،

اسلام کے اس عقیدہ کا نام توحید ہے، اور یہی اسلام کے کلمہ کا پہلا جز ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اللہ کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہین، اور نہ اس کے سوا کسی اور کا حکم چلتا ہے،

فرشتے اللہ نے زمین اور آسمان کے کامون کو وقت پر قاعدے سے انجام دینے کے لیے بہت سی ایسی مخلوقات بنائی ہین، جو ہم کو نظر نہین آتین، یہ فرشتے ہین، جو رات دن اللہ کے حکمون کو بجا لانے مین لگے رہتے ہین، ان مین خود کسی قسم کی کوئی طاقت نہین ہے،

جو کچھ ہے، وہ اللہ کے فرمانے سے ہے، یہ اسلام کے عقیدے کا دوسرا جزء ہے،

رسول تیسرا یہ ہے کہ اللہ کے جتنے رسول آئے ہین، وہ سب سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے ہین، اور سب کی تعلیم ایک ہی تھی، سب سے پیچھے دنیا کے آخری رسول ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے ہین،

کتاب چوتھا یہ ہے کہ رسولون کی معرفت اللہ کی جو کتابین توراۃ، انجیل، زبور، قرآن وغیرہ آئی ہین، وہ سب سچی ہین،

مرنے کے بعد پھر جلنا پانچوان یہ ہے کہ مرنے کے بعد ہم پھر قیامت مین جی اٹھین گے، اور خدا کے سامنے حاضر کیے جائیں گے، اور وہ ہم کو ہمارے کامون کا بدلہ دے گا،

ایمان یہی پانچ باتین اسلام کا اصلی عقیدہ ہین، جن کو ہر مسلمان یقین کرتا ہے، انہی باتون کو مختصر کر کے ان دو فقرون مین ادا کیا جاتا ہے، اور جن کے زبان سے کہنے اور دل سے یقین کرنے کو "ایمان" کہتے ہین،

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(خدائے برحق کے سوا کوئی اللہ نہین اور محمد خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہین)

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انہی باتون کے پھیلانے اور لوگون کو سمجھانے کا حکم ہوا،

پہلے مسلمان ہونے والے عرب کے لوگ پرلے درجہ کے جاہل، نادان اور خدا کے دین سے بے خبر ہو گئے تھے، اور شرک اور کفر مین ایسے پھنسے تھے، کہ ان کی برائی، وہ سن بھی نہین سکتے تھے، سچائی کی یہ آواز جس کے کانون مین سب سے پہلے پڑی

وہ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی خدیجہؓ ہین، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب ان کے سامنے خدا کی تعلیم کو پیش کیا، تو وہ سننے کے ساتھ مسلمان ہوگئین، آپکے مرد ساتھیون مین ابو بکرؓ نام قریش کے ایک مشہور سوداگر تھے، ہمارے رسول نے جب ان کو خدا کا پیام سنایا، تو وہ بھی فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے، اور اس وقت سے برابر آپکے ہر کام مین آپکے ساتھ ساتھ رہنے لگے، آپکے پیارے چچا ابو طالب کے کمسن بیٹے کا نام علیؓ تھا، یہ ہمارے رسول کی گود مین پلے تھے، اور آپ ہی کیساتھ ساتھ رہتے تھے وہ بچپن ہی سے مسلمان رہے، آپکے ایک چہیتے خادم کا نام زیدؓ بن حارثہ تھا، انھون نے بھی اسلام کا کلمہ پڑھ لیا، اور مسلمان ہوگئے،

اس کے بعد آپنے اور حضرت ابو بکرؓ نے مل کر چپکے چپکے قریش کے ایسے لوگون کو جو طبیعت کے نیک اور سمجھ کے اچھے تھے، اسلام کی باتین سمجھانی شروع کین، بڑے بڑے نامی لوگون مین سے پانچ آدمی حضرت ابو بکرؓ کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے ان کے نام یہ ہین، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوفؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ، پھر یہ چرچا چپکے ہی چپکے اور لوگون کے کانون تک بھی پہنچا، اور مکہ مین مسلمانون کا شمار روز بروز بڑھنے لگا، ان مین چند غلام بھی تھے، جن کے نام یہ ہین :-

حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ بن یاسر، حضرت خبابؓ بن ارت، اور حضرت صہیبؓ، قریش کے چند نیک مزاج نوجوان بھی پہلے اسلام لائے، جیسے حضرت ارقمؓ سعد بن زیدؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عثمانؓ بن مظعونؓ، عبیدہ رضی اللہ عنہم،

اب رفتہ رفتہ یہ اثر مکہ کے باہر بھی پھیلنے لگا، اور قریش کے سردارون کو بھی اس نئی تعلیم کا سُن گُن لگنے لگا، ایک تو جہالت، دوسرے باپ دادون کے مذہب

کی الفت، دونون ایسی چیزین تھین کہ قریش کے سردارون کو اس نئے مذہب پر بڑا غصہ آیا، جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے، ان کو طرح طرح سے ستانے لگے، مسلمان پہاڑون کے درون اور غارون مین جا جا کر چھپ کر نماز پڑھتے تھے، اور اللہ کا نام لیتے تھے، ایک مرتبہ خود اللہ کے رسولؐ اپنے چچیرے بھائی حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر کسی درہ مین نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب آنکلے، ان کو یہ نئی چیز معلوم ہوئی، بھتیجے سے پوچھا یہ کیسا دین ہے؟ فرمایا یہ ہمارے دادا ابراہیمؑ کا دین ہے، ابو طالب نے کہا، تم شوق سے اس دین پر قائم رہو، میرے ہوتے تمھارا کوئی کچھ نہین کر سکتا،

تین برس تک آپؐ یون ہی چھپ چھپ کر اور چپکے چپکے بتون کے خلاف وعظ کرتے رہے، اور لوگون کو صحیح دین کا سبق پڑھاتے رہے، جو نیک اور سمجھدار ہوتے، قبول کر لیتے، اور جو ناسمجھ اور ہٹ دھرم ہوتے، وہ نہ مانتے، بلکہ الٹے دشمن ہو جاتے،

اس زمانہ مین کعبہ کے پاس ایک گلی تھی، جس مین ایک بڑے سچے اور جان نثار مسلمان ارقمؓ کا گھر تھا، یہ گھر اسلام کا پہلا مدرسہ تھا، آپؐ اکثر یہان تشریف رکھتے تھے، اور مسلمانون سے ملتے، اور ان کو خدا کی یاد اور نصیحت کی اچھی اچھی باتین سناتے اور ان کے ایمان کو مضبوط بناتے، جو لوگ اس دین کا شوق رکھتے، وہ یہین آکر خدا کے رسولؐ سے ملتے، اور مسلمان ہوتے،

پہلی عام منادی تین برس کے بعد خدا نے آپؐ کو حکم دیا کہ اب علانیہ خدا کا نام بلند کرو، اور نڈر ہو کر بت پرستی کی مخالفت کرو، اور ہمارے بندون کو نیکی اور نصیحت کی باتین سناؤ، اتفاق کی بات دیکھو کہ اس وقت جس نے سب سے زیادہ آپؐ

کا ساتھ دیا، اور آپ کی حمایت کا بیڑا اٹھایا، وہ بھی آپؐ کے چچا تھے، جن کا نام ابو طالب تھا، پڑھ چکے ہو کہ وہ آپؐ کو کتنا پیار کرتے تھے، اس طرح جس نے سب سے زیادہ آپؐ کی مخالفت کی، اور آپ کی دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، وہ بھی آپؐ ہی کے ایک چچا تھے، جن کا نام ابو لہب تھا، ابو لہب کے علاوہ آپؐ کے دین کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل نکلا، جو قریش کا ایک سردار اور بڑا دولت مند تھا، قریش کے سرداروں کا کہنا یہ تھا کہ اگر خدا کو اپنا قاصد اور ایلچی بنا کر کسی کو بھیجنا ہی تھا، تو مکہ یا طائف کے کسی دولت مند رئیس کو بنا کر بھیجتا، ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ خدا کے دربار میں دولت اور ریاست کی نہیں بلکہ نیکی اور اچھائی کی قدر ہے، اس نے دنیا بنانے سے پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ قریش کے گھرانے میں عبد اللہ کے یتیم بیٹے محمدؐ کو اپنا آخری رسول بنا کر بھیجے گا، چنانچہ اس نے بھیجا، اور وہ اب ظاہر ہوا۔

ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب دین کی کھلم کھلا منادی کا حکم ہوا تو آپؐ نے مکہ کی ایک پہاڑی پر جس کا نام صفا تھا، کھڑے ہو کر قریش کو آواز دی، عرب کے دستور کے مطابق اس آواز کو سن کر قبیلہ کے سارے آدمیوں کا جمع ہو جانا ضروری تھا، اس لیے مکہ کے بڑے بڑے سردار اس پہاڑی کے نیچے آکر جمع ہوئے، آپؐ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہارے دشمنوں کا ایک لشکر آرہا ہے، تو کیا تم کو اس کا یقین آئے گا، سب نے کہا، ہاں بیشک، کیونکہ ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے، آپؐ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم نے خدا کا پیغام نہیں مانا تو تمہاری قوم پر ایک بہت بڑی آفت آئے گی، یہ سنکر ابو لہب نے کہا کیا تم نے یہی سنانے کے لیے ہم کو یہاں بلایا تھا، یہ کہکر اٹھا اور چلا گیا

قریش کے دوسرے سردار بھی خفا ہو کر چلے گئے،

عامِ تبلیغ[1] لیکن ہمارے رسولؐ نے ان سرداروں کی خفگی کی پروانہ کی اور بت پرستی کی برائی کھلم کھلا بیان کرتے رہے، اور خدا کی یکتائی، عبادت اور اچھے اخلاق اور قیامت کا وعظ فرماتے رہے، جن کے دل اچھے تھے، وہ آپؐ کی بات قبول کرتے جاتے تھے، لیکن جو دل کے نیک نہ تھے، وہ شرارت پر اتر آئے، اور آپؐ کو طرح طرح سے ستانے لگے، راستہ مین کانٹے ڈال دیتے، آپؐ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو چھیڑتے، کعبہ کا طواف کرنے جاتے تو آوازے کستے، لوگون مین آپ کو شاعر، جادوگر، پاگل وغیرہ مشہور کرتے، اور جو نیا آدمی آتا، اس کو پہلے ہی جا کر کہہ آتے کہ ہمارے یہان ایک شخص اپنے باپ دادون کے دین سے پھر گیا ہے، اس کے پاس نہ جانا،

آپؐ اُن کی یہ تمام سختیان جھیلتے تھے، اور اپنا کام کیے جاتے تھے، قریش نے دیکھا کہ یہ کسی طرح باز نہین آتا تو ایک دن وہ اکٹھے ہو کر آپؐ کے چچا ابو طالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے بتون کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے باپ دادون کو گمراہ بتاتا ہے، ہم کو نادان ٹھہراتا ہے، اب یا تو بیچ سے ہٹ جاؤ، یا تم بھی میدان مین آجاؤ کہ ہم دونون مین سے ایک کا فیصلہ ہو جائے، ابو طالب نے دیکھا کہ وقت اب نازک ہے، حضرتؐ کو بلا کر کہا کہ مجھ بوڑھے پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ اٹھا نہ سکون، ظاہر مین حضرتؐ کو اگر کسی کی مدد کا سہارا تھا، تو یہی چچا تھے، ان کی یہ بات سُن کر آپؐ آنکھون مین آنسو بھر لائے، پھر فرمایا، چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دین، تب بھی مین اپنے کام سے باز نہ آؤن گا، آپ کی یہ مضبوطی اور پکا ارادہ

[1] دین پھیلانے کی کوشش،

دیکھ کر، اور آپ کی اس اثر سے بھری ہوئی بات کو سُن کر ابوطالب پر بڑا اثر ہوا، آپ سے کہا ! بھتیجے جاؤ اپنا کام کیئے جاؤ، یہ تمھارا کچھ بھی نہین کر سکتے،

چچا کا یہ جواب سُن کر دل مین ڈھارس بندھی، اور اپنا کام اور تیزی سے شروع کیا، اکثر قبیلے کے اکا دکا آدمی مسلمان ہونے لگے تھے، قریش کے سردارون نے دیکھا کہ دھمکی سے کام نہ چلا، اب ذرا پھسلا کر کام چلائین، سب نے مشورہ کر کے عتبہ نامی قریش کے ایک سردار کو سمجھا بجھا کر آپ کے پاس بھیجا، اُس نے آپ کے پاس پہنچکر یہ کہا "اے محمدؐ ! قوم مین پھوٹ ڈالنے سے کیا فائدہ ؟ اگر تم مکہ کی سرداری چاہتے ہو تو وہ حاضر ہے، اگر کسی بڑے گھرانے مین شادی چاہتے ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے، اگر دولت چاہتے ہو تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہین، مگر تم اس کام سے باز آؤ"

عتبہ کو خیال تھا کہ ہم جو چال چلے ہین، اس کی کامیابی مین شک ہی نہین، محمدؐ ان تین باتون مین سے کسی ایک کے لالچ مین آکر ضرور ہی ہم سے صلح کرلین گے، لیکن آپؐ کی زبان سے اس نے وہ جواب سنا جس کی ذرا بھی امید اس کی نہ تھی، آپؐ نے قرآن پاک کی چند آیتین اس کو سنا ئین اُن آیتوں کا سننا تھا کہ اس کا دل ہل گیا، واپس آیا تو قریش نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ فق ہے، عتبہ نے کہا، بھائیو! محمدؐ جو کلام پڑھتے ہین، وہ نہ شاعری ہے، نہ جادوگری ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ کامیاب ہوکر عرب پر غالب آگئے تو یہ ہماری ہی عزت ہے، ورنہ عرب کے لوگ خود اُن کا خاتمہ کر دین گے لیکن قریش نے اس کی بات نہ مانی اور اپنی ضد پر برابر اڑے رہے،

اب آپؐ کا یہ کام تھا کہ ایک ایک آدمی کے پاس جاتے اور اس کو سمجھاتے

کوئی مان لیتا کوئی چپ رہتا، کوئی جھڑک دیتا، اس حالت مین جو لوگ آپ پر ایمان لائے، اور مسلمان ہوئے، ان کی بڑی تعریف ہے، اور ان مین سے بعض بعض کے مسلمان ہونے کا قصہ بڑا دلچسپ ہے،

حضرت حمزہ کا مسلمان ہونا حضرت حمزہؓ آپ کے چچا تھے، عمر مین کچھ ہی بڑے تھے، ایک رشتہ سے آپ کی خالہ کے بیٹے تھے، اور دودھ شریک بھائی بھی تھے، اس لیے وہ آپ سے بڑی محبت کرتے تھے، آدمی بڑے پہلوان تھے، زیادہ وقت سیر اور شکار مین خرچ کرتے تھے، ابوجہل کا حال تو معلوم ہے کہ وہ آپؐ کو کس طرح ستاتا تھا،

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ابوجہل نے اپنے معمول کے مطابق آپؐ کو بہت کچھ برا بھلا کہا، ایک لونڈی کھڑی یہ باتین سن رہی تھی، شام کو جب حمزہ شکار سے واپس آرہے تھے، اس لونڈی نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا، ان سے دہرا دیا، حمزہ یہ سن کر غصہ سے لال ہو گئے، اور اسی حالت مین کعبہ کے صحن مین جہان قریش کے بڑے بڑے لوگ اپنے جلسے جما کر بیٹھے تھے، آئے، اور ابوجہل کے پاس آکر کمان اُس کے سر پر ماری، اور کہا لو مین مسلمان ہو گیا ہون، تمھارا جو جی چاہے، میرے ساتھ کر لو" یہ کہہ کر گھر چلے آئے، اب وہ دن آیا کہ اسلام کے جرگے مین قریش کا ایک بڑا پہلوان شریک ہو گیا،

حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا خطاب کے بیٹے عمرؓ قریش کے ایک خاندان کے نوجوان تھے، مزاج مین سختی تھی، جو بات کرتے تھے، سختی سے کرتے تھے، یہ بھی اس وقت اسلام کے بڑے دشمن تھے، مسلمانون کو چھیڑا اور ستایا کرتے تھے، خدا کا ایسا کرنا ہوا کہ ایک دن کسی تہخانہ مین پڑے سو رہے تھے کہ تہخانہ کے اندر سے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز سنی، گھبرا کر اٹھ بیٹھے، اور اب وہ اس آواز کی سچائی پر کبھی کبھی غور کرنے لگے، حضورؐ راتوں کو جب قرآن پڑھتے، تو یہ دوسروں سے چھپکر کھڑے ہو کر سننے لگے، ایک رات کو آپؐ نماز مین قرآن کی ایک سورت پڑھ رہے تھے، عمرؓ ایک ایک آیت سن رہے تھے، اور اثر لے رہے تھے، لیکن چونکہ مزاج کے پختہ اور طبیعت کے مستقل تھے، وہ اس اثر کو دفع کرتے رہے،

اس سے پہلے عمرؓ کی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعدؓ بن زید مسلمان ہو چکے تھے، عمرؓ کو پتہ چلا تو دونوں کو رسیون سے جکڑ کر باندھ دیا، مشہور یہ ہے کہ ایک دفعہ عمرؓ کے دل مین آیا کہ چل کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا سر قلم کیون نہ کردین کہ روز کا جھگڑا ختم ہو جائے، یہ ارادہ کرکے وہ تلوار لگا کر گھر سے نکلے، راہ مین ایک مسلمان سے اُن کی ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کہ عمرؓ! کدھر کا قصد ہے، انھون نے کہا، جاتا ہون کہ محمدؐ کا کام آج تمام کردون، اس نے کہا، پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی تو خبر لو، اس طعن سے وہ بے تاب ہو گئے، پلٹ کر اپنی بہن کے گھر کا راستہ لیا، پہنچے تو قرآن پڑھنے کی آواز سنی، غصہ سے بے قابو ہو کر بہن اور بہنوئی کو جی کھول کر مارا، مگر دیکھا تو ان کو توحید کا نشہ اسی طرح تھا، ان کے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا، کہا کہ اچھا جو سورۃ تم پڑھ رہے تھے، وہ مجھے بھی دکھاؤ، انھون نے وہ ورق لا کر ہاتھ پر رکھ دیا، عمرؓ جیسے جیسے اس کو پڑھتے جاتے تھے، ان کا دل کانپتا جاتا تھا، آخر چلا اٹھے،

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ،

یہ وہ زمانہ تھا، جب آپؐ ارقمؓ کے گھر مین تھے، حضرت عمرؓ سیدھے وہان پہنچے، کواڑ بند تھے، آواز دی، جو مسلمان وہان تھے، حضرت عمرؓ کو تلوار لیے دیکھ کر ڈرے

حضرت حمزہؓ نے کہا کہ آنے دو، اگر وہ خلوص کے ساتھ آیا ہے تو بہتر ہے، ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا، دروازہ کھلا، اور حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا، تو رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) خود آگے بڑھے، اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا، کیون عمرؓ! کس ارادے سے آئے ہو، عرض کی ایمان لانے کے لیے، یہ سن کر مسلمانون نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیان گونج اٹھین،

کافرون کو جب حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کا حال معلوم ہوا تو انھون نے سب طرف سے حضرت عمرؓ کے مکان پر نرغہ کیا، لیکن عاص بن وائل کے سمجھانے سے وہ واپس چلے گئے، حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو مسلمانون کی ہمت بڑھ گئی، اب تک مسلمان کافرون کے ڈر سے کعبہ مین جا کر نماز نہین پڑھتے تھے، حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو سب مسلمانون کو ساتھ لے کر نکلے، اور لڑ کر کعبہ کے صحن مین جا کر نماز پڑھی،

ابو ذر غفاریؓ کا مسلمان ہونا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مسلمان ساتھیون کو صحابہ کہتے ہین، اسلام جیسے جیسے پھیلتا جاتا تھا، صحابیون کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، یہان تک کہ مکہ کے باہر بھی وہ پہنچ گئے، مکہ سے کچھ دور پر غفار کا قبیلہ رہتا تھا، اس مین ابو ذرؓ اور انیسؓ دو بھائی تھے، ابو ذرؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ مکہ مین ایک رسول پیدا ہوا ہے، جس کا دعویٰ یہ ہے، کہ اس کے پاس آسمان سے خدا کا پیام آتا ہے، تو انھون نے اپنے بھائی انیسؓ کو بھیجا کہ جا کر اس رسول کا حال دریافت کرین، اور اس کی باتین سنین، انیسؓ مکہ آئے، اور واپس جا کر اپنے بھائی سے کہا کہ وہ اخلاق کی اچھی اچھی باتین لوگون کو بتاتا ہے، اور جو

کلام وہ پیش کرتا ہے، وہ شعر نہین، یہ سن کر ابو ذرؓ کا شوق اور بڑھا، اور وہ خود سوار ہو کر مکہ آئے، اور کعبہ مین داخل ہوئے کہ خدا کے اس رسول کا پتہ لگائین، کسی سے پوچھنا مشکل تھا، رات ہوگئی اور وہ لیٹ گئے، حضرت علیؓ کا ادھر سے گذر ہوا، تو وہ یہ سمجھے کہ یہ کوئی پردیسی ہے، حضرت علیؓ نے ان کی طرف دیکھا وہ پیچھے ہو لیے، راستہ مین ایک نے دوسرے سے بات نہ کی، رات بھر وہ ان کے گھر رہے، صبح ہوئی تو وہ پھر کعبہ چلے آئے، اور دن بھر یون ہی پڑے رہے، رات ہوئی تو پھر وہین لیٹ رہے، حضرت علیؓ اب پھر ادھر سے گذرے، تو دیکھا کہ وہی پردیسی ہے، اُن کو اٹھا کر اپنے گھر لائے، اور کوئی بات چیت نہین ہوئی، رات گذار کر ابو ذرؓ پھر کعبہ مین پہنچے، اسی طرح دن گذرا، رات آئی تو چاہا یہین لیٹ رہین کہ پھر حضرت علیؓ مرتضیٰ کا گذر ہوا، اور ان کو ساتھ لے کر چلے، راستہ مین پوچھا کہ تم کدھر آئے ہو؟ انھون نے جو ماجرا تھا بیان کیا، فرمایا، ہان سچ ہے، خدا کے وہ رسول ہین، اچھا صبح کو میرے ساتھ چلنا، صبح ہوئی تو وہ ان کو لے کر خدا کے رسولؐ کے ہان چلے، جب وہان پہنچے، اور آپ کی باتین سنین، تو دل کی بات زبان پر آگئی، کلمہ پڑھکر مسلمان ہوگئے، حضرتؐ نے فرمایا اس وقت اپنے گھر چلے جاؤ، انھون نے کہا نہین خدا کی قسم مین اس کلمہ کو ان کافرون کے سامنے چیخ کر کہون گا، یہ کہہ کر وہ کعبہ مین آئے اور بڑے زور سے چیخ کر پکارے، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین، اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہین، کافرون نے یہ آواز سنی تو ہر طرف سے اُن پر ٹوٹ پڑے، اور سب نے مل کر بری طرح ان کو مارا، عباسؓ آپؐ کے چچا دوڑ کر آئے، اور ان کو بچایا، اور قریش سے کہا تم کو معلوم نہین کہ

یہ غفار کے قبیلہ کا آدمی ہے، اور تمھاری تجارت کا راستہ ادھر ہی سے گذرتا ہے،
تب قریش نے بڑی مشکل سے ان کو چھوڑا، دوسرے دن پھر وہ کعبہ مین آئے اور اسی
طرح زور سے چلاکر اسلام کا کلمہ پڑھا، کافر پھر دوڑے، اور ان کو مارنے لگے، اور پھر
حضرت عباسؓ نے آکر ان کو چھڑایا، یہ تھا صحابہؓ کے اسلام کا نشہ جو اتارے نہ اترتا تھا،

غریب مسلمانون کا ستایا جانا قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانون کی تعداد
روز بروز بڑھتی جاتی ہے، اور یہ سیلاب روکے نہین رُکتا، تو انھون نے زور اور ظلم
کرنے کی ٹھان لی جس غریب مسلمان پر جس کافر کا بس چلا، اس کو طرح طرح سے ستانے
لگا، دوپہر کو عرب کی ریگستانی اور پتھریلی زمین بیحد گرم ہو جاتی ہے، اس وقت وہ بے
یار و مددگار مسلمانون کو پکڑ کر اس تیز دھوپ مین اسی گرم زمین پر لٹاتے، چھاتی پر بھاری
پتھر رکھ دیتے، بدن پر گرم بالو بچھاتے، لوہے کو آگ پر گرم کرکے اس سے داغتے، یہ وہ
سزائین تھین، جو بلالؓ اور صہیبؓ دو مسلمان غلامون کو دی جاتی تھین۔

اس سے بھی تسکین نہ ہوتی، تو حضرت بلالؓ کے گلے مین رسی باندھتے، اور لونڈون
کے حوالے کرتے، اور وہ ان کو گلیون مین گھسیٹتے پھرتے، لیکن ان کا یہ حال تھا کہ
اس حالت مین بھی زبان پر اَحَد اَحَد ہوتا، یعنی وہ خدا ایک ہے وہ خدا ایک ہے،
صہیبؓ بھی غلام تھے، جو مسلمان ہو گئے تھے، ان کو پکڑ کر اتنا مارتے تھے کہ انکے
ہوش و حواس جاتے رہتے تھے،

خبابؓ بن ارت بھی پرانے مسلمانون مین تھے، ان کو طرح طرح کی تکلیفین
دی گئین، یہان تک کہ ایک دن گرم کوئلون پر ان کو چت لٹایا گیا، اور اس وقت
تک نہ چھوڑا گیا جب تک کہ کوئلے ٹھنڈے نہ ہو گئے،

یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمار اور بیوی سمیہ یہ تینون مکہ کے غریبون مین تھے، اور اسلام لانے والون مین بہت پہلے ہین، یاسر تو کافرون کے ہاتھون سے تکلیفین اٹھاتے اٹھاتے مرہی گئے، سمیہ کو ابوجہل نے ایسی برچھی ماری کہ وہ جان بحق ہوگئین، عمار کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر اتنا مارتے کہ وہ بیہوش ہوجاتے، زُنیرہؓ ایک مسلمان باندی تھین، ابوجہل نے ان کو اتنا مارا کہ ان کی آنکھین جاتی رہین، اور دوسرے غریب مسلمانون اور نومسلم غلامون اور کنیزون کو ایسی ہی سزائین دیجاتین، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ، عامرؓ، لبینہؓ، زنیرہؓ، نہاریہؓ اور ام عبیسؓ وغیرہ مسلمان غلامون اور باندیون کو ان کے ظالم اور بے رحم مالکون سے خرید کر آزاد کردیا،

یہ تو غریب مسلمانون کا حال تھا، جو عزت اور دولت والے تھے، وہ اپنے بزرگ رشتہ دارون کے پنجہ مین تھے، حضرت عثمانؓ جب مسلمان ہوئے، تو ان کے چچا نے ان کو رسی مین باندھ کر مارا، حضرت سعدؓ بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ کو جو حضرت عمرؓ کی بہن تھین، حضرت عمرؓ رسی سے جکڑ دیتے تھے، حضرت زبیرؓ مسلمان ہوئے تو انکے چچا ان کو چٹائی مین لپیٹ کر ان کی ناک مین دھوان دیتے تھے، عبداللہ بن مسعودؓ مسلمان ہوئے تو کعبہ مین جاکر سورہ رحمان پڑھنا شروع کیا، کافر ہر طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور بری طرح مارا،

مسلمان اس بے کسی مین کیا کرتے، آکر حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کافرون کی شکایت کرتے، اور عرض کرتے کہ یا رسول اللہؐ دعا کیجیے کہ مسلمانون کو امن ملے، آپ ان کو تسلی دلاسا دیتے، اور اگلے پیغمبرون کا حال سناتے، اور انھون نے حق کی راہ مین جو تکلیفین اٹھائین ان کو بیان کرتے، اور فرماتے کہ حق کا آفتاب

زیادہ دیر یا دل مین چھپا نہین رہ سکتا، ایک زمانہ آئے گا جب خدا تم کو غلبہ دے گا، تم سے پہلے کسی پیغمبر کو آرے سے چیر دیا گیا، کسی کا گوشت لوہے کی کنگھی سے چھیل دیا گیا، مگر انھون نے حق کو نہین چھوڑا،

حبش کی ہجرت ایک شہر سے دوسرے شہر کو چلے جانے کو ہجرت کہتے ہین، پڑھ چکے ہو کہ عرب کا ملک سمندر کا کنارہ ہے، اور حجاز جس سمندر کے کنارہ ہے اسکا نام بحر احمر ہے، بحر احمر کے اس کنارہ افریقہ مین حبش کا ملک ہے، وہان کا عیسائی بادشاہ بہت نیک تھا مسلمانون کی تکلیفین جب بہت بڑھ گئین، تو نبوت کے پانچوین سال حضرت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت سے گیارہ مرد اور چار عورتین کشتی مین بیٹھکر حبش کو روانہ ہو گئے،

حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے ہین، نجاشی نے ان مسلمانون کو اپنے ہان بڑے امن و امان مین رکھا قریش کو جب اس کی خبر ہوئی، تو انھون نے نجاشی کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے کہ یہ ہمارے مجرم ہین، ان کو ہمارے حوالہ کر دیجیے، بادشاہ نے مسلمانون کو بلا کر حال پوچھا، حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ نے مسلمانون کی طرف سے یہ تقریر کی :-

اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری کرتے تھے، پڑوسیون کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زور آور کمزورون کو کھا جاتا تھا، اتنے مین ہم مین ایک شخص پیدا ہوا جس کی بزرگی، سچائی، اور ایمانداری سے ہم واقف تھے، اس نے ہم کو سچے دین کی دعوت دی، اور بتایا کہ ہم بتون کا پوجنا چھوڑ دین، سچ بولین، ظلم سے باز آئین، یتیمون کا مال نہ کھائین، پڑوسیون کو

آرام دین، پاک دامن عورتون پر بدنامی کا داغ نہ لگائین، نماز پڑھین، روزے رکھین، خیرات دین ہم نے اس شخص کو خدا کا پیغمبر مانا، اور اس کی باتون پر عمل کیا، اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی، اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم اس کو چھوڑکر اسی پہلی گمراہی مین رہین"

نجاشی نے کہا تمھارے پیغمبر پر جو کلام اترا ہے، کہین سے پڑھو، حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتین پڑھین، نجاشی پر ان کا یہ اثر ہوا کہ اس کی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے، پھر کہا، خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونون ایک ہی چراغ کے پرتو ہین" یہ کہکر قریش کے آدمیون سے کہا کہ تم واپس جاؤ، مین ان مظلومون کو واپس نہ دون گا،

مسلمانون نے جب نجاشی کی یہ مہربانی دیکھی تو بعد کو اور بھی بہت سے مسلمان چھپ چھپ کر حبش کو روانہ ہو گئے، یہانتک کہ اُن کی تعداد وہان کم و بیش تراسی ہو گئی،

ابوطالب کی گھاٹی (شعب) مین نظربندی قریش نے دیکھا کہ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی، اس لیے قریش کے سب خاندانون نے مل کر نبوت کے ساتوین سال یہ معاہدہ کیا کہ کوئی شخص پیغمبر خدا کے خاندان سے جس کا نام بنو ہاشم تھا، کوئی تعلق نہ رکھے گا نہ ان سے کوئی شادی بیاہ کرے گا، نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا، نہ اُن کو کھانے پینے کا کوئی سامان دے گا، یا یہ کہ وہ محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دین، یہ معاہدہ لکھ کر کعبہ کے دروزہ پر لٹکا دیا گیا، ابوطالب خاندان کے سب لوگون کو لے کر ایک درّہ مین چلے گئے، جو شعب ابوطالب کہلاتا ہے، یہین دوسرے مسلمانون نے بھی آ آ کر پناہ لی، اور بہت تکلیف کے ساتھ یہان رہنے لگے، پتیان کھا کر بسر کرتے، سوکھا چمڑا ملتا تو اس کو بھون کر کھاتے، بچے بھوک سے بلبلاتے تھے، حضرتؐ کے کھانے کے لیے بلالؓ بغل مین

کچھ چھپا کر کہیں سے کبھی کبھی لے آتے تھے، کافر مسلمانون کی یہ حالت دیکھ کر خوش ہوتے تھے تین سال اسی طرح گذر گئے، آخر خود ان ظالمون مین سے کچھ کو رحم آیا، اور انھون نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑ ڈالا،

ابو طالب اور خدیجہ کی وفات

(سنہ نبوی)

اب وہ درہ سے نکل کر اپنے گھرون مین آئے، کچھ ہی دن گذرے تھے کہ آپ کے پیارے چچا ابو طالب نے وفات پائی، ابھی اس غم کو چند ہی روز ہوئے تھے، کہ حضرتؐ کی غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ نے بھی انتقال کیا، یہ زمانہ آپ پر بہت سخت گذرا، آپؐ کے یہی دو مونس اور غمگسار تھے، دونون ایک ہی سال آگے پیچھے چل بسے،

آپؐ پر مصیبتین

قریش کے ظالمون کو ابو طالب کے رعب داب اور حضرت خدیجہؓ کے خاطر سے اب تک خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہین ہوئی تھی، ان دونون کے اٹھ جانے پر میدان خالی ہوگیا، اب وہ خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بے ادبی سے پیش آنے لگے، ایک دفعہ آپؐ کہین جا رہے تھے کہ کسی ظالم نے سر مبارک پر خاک ڈال دی، آپؐ اسی طرح گھر آئے، آپؐ کی صاحبزادی پانی لے کر آئین، سر کو دھوتی جاتی تھین، اور باپ کی یہ صورت دیکھ کر روتی جاتی تھین، آپؐ نے فرمایا، باپ کی جان! روؤ نہین، خدا تیرے باپ کو یون نہ چھوڑے گا،

ایک دفعہ آپؐ کعبہ کے صحن مین نماز پڑھ رہے تھے، قریش کے سردار جلسہ جمائے بیٹھے تھے، نماز پڑھتے دیکھ کر کہنے لگے کہ کوئی اونٹ کی اوجھڑی لاکر اس کی گردن پر رکھ دے، چنانچہ ایک شریر نے یہ کام کیا، اس بوجھ سے آپؐ کی پیٹھ دب گئی، کسی نے حضرتؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے جاکر اس کی خبر دی، وہ آئین تو کسی طرح اس کی گندگی کو

ہٹا کر دور کیا،

ایک دفعہ ایک شریر نے آپؐ کی گردن مین چادر کا ..... پھندا ڈال کر چاہا کر گلا گھونٹ دے، حضرت ابو بکرؓ نے دوڑ کر آپؐ کو بچا لیا، اور اس سے کہا کہ کیا ایک شخص کی جان صرف اتنی بات پر لینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے،

طائف کا سفر مکہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر طائف کا سرسبز اور شاداب شہر تھا، آپؐ نے مکہ کے لوگون کی یہ حالت دیکھ کر یہ طے کیا کہ طائف جائین، اور وہان کے رئیسون کو اسلام کا پیام سنائین، آپؐ زید بن حارثہؓ کو ساتھ لے کر طائف گئے، اور وہان کے رئیسون کو دینِ حق کی دعوت دی، مگر افسوس کہ اُن مین سے ایک نے بھی اس کو قبول نہین کیا، اور اسی پر بس نہین کیا، بلکہ بازار کے شریرون کو ابھار دیا کہ وہ آپؐ کو دق کرین، وہ راستہ کے دونون طرف کھڑے ہو گئے، اور جب آپ اُدھر سے گذرنے لگے، تو آپؐ کے پاؤن پر پتھر برسائے، جس سے آپؐ کے پاؤن لہولہان ہو گئے، آپؐ درد کے مارے کہین بیٹھ جاتے، تو وہ بازو تھام کر اٹھا دیتے، شریر پھر پتھر مارتے، اور گالیان دیتے، آپ تھک کر پھر بیٹھ جاتے، آخر آپؐ نے ایک باغ مین پناہ لی، یہ کیسی بے کسی کا وقت تھا، اس وقت خدا کا ایک فرشتہ آپؐ کو نظر آیا، جس نے آپؐ کو خدا کا پیغام سنایا کہ یا رسول اللہؐ اگر آپ کہین تو طائف والون پر ان پہاڑون کو دے مارا جائے کہ وہ کچل کر رہ جائین، آپؐ نے امت پر مہربان ہو کر عرض کی کہ

"خدایا! ایسا نہ کر، شاید کہ ان کی نسل سے کوئی تیرا ماننے والا پیدا ہو"

قبیلون مین دورہ طائف کے ناکام سفر نے آپؐ کے مضبوط ارادہ پر کوئی اثر نہین کیا، اب آپؐ نے قصد کیا کہ ایک ایک قبیلہ مین پھر کر خدا کا پیام سنائین

اس کے لیے مکہ مین حج کا قدرتی موقع موجود تھا، اس زمانہ مین عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ آتے، اور کئی کئی دن ٹھہرتے، مکہ کے آس پاس میلے بھی لگتے تھے، اور یہان بھی آدمیون کا جماؤ ہوتا تھا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان مجمعون مین ایک ایک قبیلہ مین پھر پھر کر وعظ کہنا، اور قرآن کی آیتین سنانی شروع کین، اس کا یہ اثر ہوا کہ پورے ملک مین اسلام کی آواز پھیل گئی،

اوس اور خزرج مین اسلام انہی قبیلون مین شہر یثرب کے رہنے والے دو مشہور قبیلے بھی تھے، جن کے نام اَوس اور خزرج ہین، یہ قبیلے اس شہر مین مدت سے رہتے تھے، اور کاشتکاری کرتے تھے، اُن کے آس پاس یہودی آباد تھے، جو سوداگر اور مہاجن تھے، لوگون کو سود اور پیداوار پر قرض دیتے تھے، اور بڑی سختی سے وصول کرتے تھے، یہ قبیلے آپس مین لڑتے رہتے تھے، اور ان پر یہ سرمایہ والے یہودی گویا ایک طرح کی حکومت کرتے تھے، غرض یہ دونون قبیلے کچھ تو آپس مین لڑ لڑ کر اور کچھ یہودیون کے پنجہ مین پھنس کر تباہ ہو گئے تھے،

یہود کی آسمانی کتابون مین ایک پیغمبر کے آنے کی خبر تھی، اور یہود کی اکثر محفلون مین اس کے پیدا ہونے کی گفتگو رہا کرتی تھی، یہ آوازین اوس اور خزرج کے کانون مین بھی پڑا کرتی تھین نبوت کے دسوین سال رجب کے مہینہ مین ان دونون قبیلون کے کچھ لوگ مکہ آئے، آپ عقبہ کے مقام پر ان سے ملے، اور ان کو خدا کا کلام سنایا ان لوگون نے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا یہ تو وہی پیغمبر معلوم ہوتا ہے، کہین ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے بازی لے جائین، یہ کہہ کر سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا، یہ چھ آدمی تھے،

دوسرے سال یثرب سے بارہ آدمی آکر مسلمان ہوئے، انھون نے خواہش کی کہ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجا جائے، جو ہم کو اسلام کی باتین سکھائے اور ہمارے شہر مین جا کر وعظ کہے، آپ نے اس کام کے لیے مصعبؓ بن عمیر کو چنا، یہ عبد مناف کے پوتے، اور پرانے مسلمانون مین تھے، یہ ان لوگون کے ساتھ یثرب آئے، اور یہان آکر لوگون کے گھرون مین پھر پھر کر اسلام کا وعظ کہنا شروع کیا، اس وعظ کے اثر سے لوگ مسلمان ہونے لگے، اور ایک سال کے اندر اندر اس شہر کے اکثر گھرانے مسلمان ہو گئے،

عقبہ کی بیعت اگلے سال جب حج کا زمانہ آیا، تو یثرب سے بہتر آدمی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملنے آئے، اور چھپ کر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس وقت آپؐ کے ساتھ آپؐ کے چچا عباسؓ بھی تھے، جو گو ابھی مسلمان نہین ہوئے تھے، مگر آپؐ سے بہت محبت رکھتے تھے، انھون نے ان لوگون سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان مین بڑی عزت رکھتے ہین، دشمنون کے مقابلہ مین ہم ہمیشہ ان کا ساتھ دیتے رہے، اب یہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہین، اگر تم مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر، ورنہ ابھی سے جواب دیدو، یثرب کے ایک سردار براءؓ نے کہا کہ "ہم لوگ تلوارون کے گود مین پلے ہین" وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ دوسرے سردار ابوالہیثمؓ نے کہا "یا رسول اللہ! ہم سے اور یہودیون سے تعلقات ہین، بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائینگے، ایسا نہ ہو کہ جب اسلام کو قوت اور طاقت حاصل ہو جائے تو آپ ہم کو چھوڑ کر چلے جائین۔" آپ نے مسکرا کر فرمایا "نہین، تمہارا خون میرا خون ہے، تم میرے ہو اور مین تمہارا ہون۔"

اسکے بعد آپ نے ان مین بارہ نقیب (سردار) چنے، ان کے نام خود انہی لوگون نے تجویز کر کے بتائے تھے، ان بارہ مین سے نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔

ہجرت[1]

مدینہ اور انصار[2]

یثرب مین مسلمانون کو امن کی زندگی مل گئی تھی، اسلیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ کے مسلمانون کو اجازت دی کہ وہ اپنا دیس چھوڑ کر شہر یثرب کو چلے جائین، مسلمانون نے آہستہ آہستہ اب یثرب کو ہجرت کرنی شروع کی، آخر مین خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی مکہ چھوڑ کر ہجرت کرنی چاہی، قریش کے لوگون کو بھی اس کی خبر مل چکی تھی، انھون نے آپس مین مل کر یہ طے کیا کہ رات کو ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی جمع ہو، اور سب ملکر ایک ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سوتے ہوئے قتل کر دین، خدا نے آپؐ کو ان کے اس مشورہ کی خبر کر دی،

مکہ والون کو حضرتؐ کے مذہب سے گو سخت مخالفت تھی، مگر پھر بھی سب کو آپؐ کی دیانت اور امانت پر بڑا بھروسہ تھا، چنانچہ بہت سے لوگون کی امانتین آپؐ کے پاس تھین، آپؐ نے یہ امانتین حضرت علی مرتضیٰؓ کے سپرد کین، اور فرمایا کہ آج رات تم میرے بستر پر

---

[1] پہلے پڑھ چکے ہو اپنے دیس کو چھوڑ کر دوسرے دیس مین جا کر بسنے کو ہجرت کہتے ہین،

[2] انصار ناصر کی جمع ہے، اس کے معنی مددگار کے ہین، مدینہ کے جن مسلمانون نے حضرتؐ کا ساتھ دیا وہ انصار کہلاتے ہین، آگے آتا ہے!

آرام کرنا، اور صبح لوگون کو اُن کی یہ امانتین دے کر تم بھی چلے آنا، اس حکم کے مطابق حضرت علیؓ نے رات کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر آرام کیا، قریش کے لوگ صبح تک گھر کو گھیرے پڑے رہے، صبح سویرے یہ دیکھکر حیران ہو گئے کہ محمدؐ کے بستر پر محمدؐ کے بجائے علیؓ بن ابی طالب ہین،

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکرؓ مین ہجرت کا مشورہ پہلے ہی ہو چکا تھا، دونون اپنے گھرون سے نکل کر مکہ کے پاس ہی ثور نام ایک پہاڑ کے غار مین جا کر چھپ گئے، صبح کو کافرون نے آپؐ کی کھوج شروع کی، اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس غار کے منہ تک آ گئے، حضرت ابو بکرؓ گھبرا کر بولے "یا رسول اللہ! دشمن اتنے قریب آ گئے ہین کہ اگر وہ اپنے پاؤن کی طرف دیکھین تو ہم کو دیکھ لین گے، لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اطمینان کا وہی حال تھا، فرمایا "گھبراؤ نہین خدا ہمارے ساتھ ہے"

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکرؓ تین دن تک اسی غار مین رہے، حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبد اللہؓ رات کو آ کر مکہ والون کے حالات اور مشورونکی خبر دیا کرتے تھے، کچھ رات گئے حضرت ابو بکرؓ کا غلام چپکے سے یہان بکریان لے آتا، آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے،

چوتھے دن آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ غار سے نکلے، ایک رات دن برابر یون ہی چلتے رہے، دوسرے دن دوپہر کو ایک چٹان کے نیچے سایہ مین دم لیا، ایک چرواہا بکریان چرا رہا تھا، ابو بکرؓ اس سے دودھ لے کر آپؐ کے پاس آئے، آپؐ نے پی لیا، اور پھر آگے کو بڑھے، قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو گرفتار کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام مین دیے جائین گے، سراقہ بن جعشم جو مکہ کا ایک خوبصورت

سپاہی تھا، یہ اشتہار سنا تو انعام کے لالچ مین ہتھیار سج کر گھوڑے پر سوار نکلا، اور ٹھیک اُس وقت اس چٹان کے پاس پہنچا، جب آپؐ وہان سے روانہ ہو رہے تھے، اس نے آپؐ کو دیکھ لیا، اور چاہا کہ گھوڑا دوڑا کر نزدیک پہنچ جائے، لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا، ترکش[1] سے تیر نکال کر عرب کے دستور کے مطابق فال نکالی، جواب "نہین" مین آیا، مگر وہ نہ مانا، دوبارہ گھوڑا دوڑایا، اب گھوڑے کے پاؤن گھٹنون تک زمین مین دھنس گئے، تب وہ ڈرا، اور سمجھا کہ یہ ماجرا کچھ اور ہے، حضرتؐ سے عرض کی اے خدا کے رسولؐ! امن بخشا جائے، حضورؐ نے اس کی درخواست قبول فرمائی،

مدینہ مدینہ عربی مین شہر کو کہتے ہین، حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یثرب تشریف لے آنے کے بعد یثرب کا نام "مدینۃ النبی" نبی کا مدینہ یعنی شہر مشہور ہوا، اور اسی وقت سے اس کا نام مدینہ ہو گیا،

مدینہ کے لوگون کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کی خبر ہو چکی تھی، اور سب پر انتظار کا عالم تھا، بچے تک خوشی اور جوش مین گلی کوچون مین کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے پیغمبر آ رہے ہین، چھوٹی چھوٹی لڑکیان چھتون پر چڑھ کر آپؐ کے آنے کی خوشی مین گیت گاتی تھین، نوجوان ہتھیار سج سج کر شہر سے باہر نکل جاتے تھے، اور پہرون آپؐ کی آمد کا انتظار کرتے تھے، ایک دن وہ انتظار کر کے واپس پھر رہے ہی تھے کہ ایک یہودی نے ایک مختصر سا قافلہ آتے دیکھ کر پکارا، اے لوگو! تم جس کا انتظار کرتے تھے، وہ آگیا، اس آواز کو سنتے ہی سارا شہر تکبیر کے نعرہ سے گونج اٹھا، اور مسلمان ہتھیار لگا کر باہر نکل آئے، یہ ربیع الاول کی آٹھوین تاریخ اور نبوت کا تیرھوان سال تھا،

---

[1] جس مین تیر رکھتے ہین،

پہلی مسجد مدینہ سے تین میل باہر کچھ اونچائی پر پہلے سے ایک چھوٹی سی آبادی تھی، جس کو عالیہ اور قبا کہتے ہین، یہان مسلمانون کے کئی معزز گھرانے رہتے تھے، کلثومؓ بن ہدم اُن کے سردار تھے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مہمان ہوئے، اور چودہ دن ان کے مہمان رہے، حضرت علی مرتضیٰؓ بھی پہنچ چکے تھے، اور وہ بھی یہین ٹھہرے، یہان کے قیام کے زمانہ مین حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاو ڈالی تھی، جس کا نام "قبائی مسجد" ہے،

پہلا جمعہ چودہ دن کے بعد آپؐ نے شہر مدینہ کا رخ کیا، یہ جمعہ کا دن تھا راہ مین بنی سالم کے محلہ مین نماز کا وقت آگیا، یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امامت مین جمعہ کی پہلی نماز تھی، نماز سے پہلے خطبہ پڑھا، یہ خطبہ ایسا تھا کہ جس نے سنا اثر مین ڈوب گیا،

مدینہ مین داخلہ نماز کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھے، آپ کے ننہالی رشتہ دار بنو نجار ہتھیار لگا کر آپ کو لینے آئے، قبا سے شہر مدینہ تک ہر قبیلہ کے معزز لوگ دورویہ کھڑے تھے، آپؐ جس قبیلہ کے آگے سے گزرتے وہ عرض کرتا، کہ اے خدا کے رسولؐ! یہ گھر، یہ مال، یہ جان حاضر ہے، آپ شکریہ ادا کرتے، اور دعائے خیر دیتے، شہر قریب آیا، تو مسلمانون کے جوش کا یہ عالم تھا کہ عورتین چھتون پر نکل آئین اور گانے لگین،

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

چودھوین کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا، وداع کی گھاٹیون سے

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ہم پر خدا کا شکر واجب ہے، جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگین

بنو نجار کی لڑکیاں جن کو حضورؐ کے نہالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا خوشی میں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار — یا حبذا محمد امن جار

ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں، اے ہے محمد ہمارے پاس بسیں گے،

جہاں اب مسجد نبویؐ ہے، یہاں ابو ایوبؓ انصاری کا گھر تھا جو نجار کے خاندان سے تھے، آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ اس کو آپؐ کے مہمان بنانے کی عزت حاصل ہو، اور اس لیے وہ اونٹنی کو اپنے گھر کے پاس روکنا چاہتا تھا آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، جہاں خدا کا حکم ہوگا، وہیں یہ جا کر ٹھہرے گی، وہ جب حضرت ابو ایوبؓ کے گھر کے پاس پہنچی تو بیٹھ گئی، حضرت ابو ایوبؓ کی خوشی کا کیا کہنا نہال ہو گئے، حضورؐ کو اپنے ہاں مہمان اتارا، اور ہر طرح کے آرام و آسایش کا سامان بہم پہنچایا حضرتؐ سات مہینے تک انہی کے گھر رہے،

انصار عربی لفظ ہے، ناصر کی جمع ہے، اس کے معنی مددگار کے ہیں، مدینہ کے مسلمانوں نے اسلام کی، اور مکہ کے پریشان حال مسلمانوں کی جس طرح مدد، خدمت اور خاطر مدارات کی، اس کا لحاظ کرکے اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے مسلمانوں کا نام انصار یعنی مددگار رکھا، اور اس وقت سے وہ انصار کہلانے لگے، اور جو اپنے اپنے گھر چھوڑ کر مدینہ آگئے، ان کو مہاجر (گھر چھوڑنے والا) خطاب ملا،

انصار نے ان مہاجروں کو اپنے اپنے گھروں پر اتارا، ان کو اپنی جائداد میں سے حصہ دیا، اور اپنے کاروبار میں شریک کیا، اب تیرہ سال کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے امن و اطمینان کی سانس لی،

مسجد نبویؐ اور حجرون کی تعمیر مدینہ مین مسلمانون کو سب سے پہلے خدا کا گھر یعنی مسجد بنانا تھا، آپؐ جہان ٹھہرے تھے، اسی سے ملی ہوئی نجار کے قبیلہ کے دو یتیم بچون کی ایک پڑتی زمین تھی، آپؐ نے اس کو مسجد کیلیے پسند کیا، دونون یتیمون نے اپنی طرف سے یہ زمین مفت دینی چاہی، مگر آپؐ نے یہ پسند نہین کیا، ایک انصاری نے قیمت ادا کر دی، زمین برابر کرکے مسجد بننی شروع ہوئی، اس مسجد کے بنانے والے معمار اور مزدور کون تھے؟ خود آپؐ اور آپؐ کے وفادار ساتھیؓ، سب نے ملکر ایک کچی سی دیوار اٹھاکر اور کھجور کے تنے اور پتون کی چھت بنائی، یہی پہلی مسجد نبوی تھی، مسجد کے قریب ہی اپنے لیے اسی قسم کی چند کوٹھریان بنوائین جنکو حجرہ کہتے ہین، جن مین آپؐ اور آپؐ کے گھر کے لوگ (اہلبیتؓ) رہنے لگے، آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ اور آپؐ کی بیویان حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ مکہ سے آکر یہین اترین،

صفہ والےؓ صفہ عربی مین چبوترہ کو کہتے ہین، مسجد نبویؐ کے صحن مین ایک چبوترہ بنایا گیا تھا، یہ ان مسلمانون کا ٹھکانا تھا جن کا کہین ٹھکانا نہ تھا، وہ دن کو جنگل سے لکڑیان لاکر بیچتے تھے، اور اس سے گذر کرتے، اور رات کو ایک استاد سے لکھنا پڑھنا، اور دین کی باتین سیکھتے تھے، یہ حضورؐ کے پاس اکثر رہتے تھے، اور آپؐ کے ارشادات کو سُن کر یاد رکھتے، کہین کسی داعی یا مبلغ یعنی اسلام پھیلانے اور سکھانے والے کی ضرورت ہوتی تو انہی مین سے بھیجے جاتے،

نماز کی تکمیل اور قبلہ مکہ مین چونکہ امن وامان نہ تھا، نہ کھلے بندون نماز پڑھنے کی اجازت تھی، اس لیے فرض نماز دو ہی رکعتین تھین، مدینہ آکر جب مسلمانون نے اطمینان کی سانس لی، اور مذہب کی آزادی ملی، تو ظہر، عصر، عشا کی چار رکعتین پوری

کی گئین، مغرب کی تین رہین، اور صبح مین دو، کیونکہ صبح کے وقت لمبی قرأت یعنی رکعتون کے بدلے زیادہ قرآن پڑھنے کا حکم تھا،

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے ضرورت اس کی تھی کہ مسلمانون کو مقررہ وقت پر بلانے کے لیے کوئی نشانی مقرر کی جائے، ہندوؤن مین اس کے لیے سنکھ، عیسائیون مین گھنٹا اور یہودیون مین قرنا، کا رواج تھا، اسلام مین کھیل تماشے کی ان بے معنی آوازون کے بجائے انسان کی فطری آواز کو پسند کیا گیا، کہ کوئی کھڑا ہو کر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ	اللہ سب سے بڑا ہے مین گواہی
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ	دیتا ہون کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	اور محمد خدا کے رسول ہین،

پکارے، اور سارے مسلمان اس آواز کو سن کر جوق جوق مسجد کا رخ کرین،

جمعہ کی نماز بھی مکہ مین نہین ہو سکتی تھی، مدینہ آکر اس فرض کے ادا کرنے کا موقع ملا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت مصعبؓ بن عمیر نے جو حضورؐ سے پہلے ہی امام بنا کر مدینہ بھیجے گئے تھے، مدینہ آکر جمعہ کی نماز ادا کی، پھر جب حضورؐ آئے، اور قبا مین چند روز ٹھہر کر مدینہ جانے لگے، تو جمعہ کا دن پڑا، آپ نے اس مین خطبہ دیا، اور مسلمانون کو جمعہ کی نماز پڑھائی،

قبلہ نماز مین سب کو کسی ایک سمت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے، اسی سمت کو قبلہ کہتے ہین، یہود بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے، یہ حضرت داوٗدؑ اور سلیمانؑ کی بنوائی ہوئی مسجد تھی، اور عرب والون کا قبلہ کعبہ تھا، جو حضرت ابراہیمؑ کی مسجد تھی، حضورؐ جب تک مکہ مین رہے کعبہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ بیت المقدس

بھی سامنے پڑ جاتا تھا، مدینہ آئے تو صورت بدل گئی، مدینہ کے ایک طرف کعبہ تھا، تو دوسری طرف بیت المقدس، اس لیے ان دو مین سے ایک ہی کو قبلہ بنایا جا سکتا تھا، پہلے تو آپؐ یہودیون کی پیروی مین حضرت داؤد علیہ السلام کی مسجد بیت المقدس ہی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے، مگر سولہ مہینہ کے بعد خدا کا حکم آیا کہ حضرت ابراہیم کی مسجد یعنی کعبہ کی طرف منہ کرو، کیونکہ وہی خدا کا سب سے پہلا گھر ہے، اس وقت سے کعبہ مسلمانون کا قبلہ قرار پایا،

بھائی چارہ مسلمان یون بھی ہر گھرانے سے ایک ایک، دو دو کرکے مسلمان ہوئے تھے، اور پھر ان کو اپنا گھر بار اور مال دولت سب کچھ چھوڑ کر دیس نکالا پڑا، مدینہ آئے تو یہ مسلمان بالکل پریشان اور تباہ حال تھے، حضورؐ نے یہ کیا کہ ایک ایک بے گھر کے مسلمان کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا، پھر یہ ایسے بھائی بنے جو خون کے رشتہ سے بڑھ کر ہوئے، ہر ایک نے اپنے بھائی کو اپنے گھر یا اپنی زمین مین جگہ دی، اپنے مال و دولت مین سے حصہ دیا، اپنے کھیت بانٹ دیے، اپنے کاروبار اور اپنے بیوپار مین شریک کیا،

یہود کا قول و قرار حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مدینہ آنے سے پہلے مدینہ کے دونون قبیلے اوس اور خزرج لڑ لڑ کر تھک چکے تھے، اور چاہا تھا کہ اپنے مین سے ایک رئیس کو جس کا نام عبد اللہ بن اُبی بن سلول تھا، اپنا بادشاہ بنا لین، مدینہ مین ایک دوسرا گروہ یہودیون کا آباد تھا، یہ حجاز کے سوداگر اور مہاجن تھے، اور یہان سے لے کر شام کی سرحد تک اُن کی تجارتی کوٹھیان اور گڑھیان تھین، اور اپنے روپیہ کے زور سے مدینہ کے حاکم بنے بیٹھے تھے، اپنی مصلحت کے لحاظ سے وہ کبھی اوس کا ساتھ دیتے تھے، اور کبھی خزرج کا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مدینہ آگئے،

تو شروع شروع مین انھون نے شاید یہ سمجھ کر کہ یہ ایک ایسا مذہب لیکر آئے ہین، جو ہمارے مذہب کے قریب قریب ہے، آپؐ کی مخالفت نہین کی، آپؐ نے شہر کی بے اطمینانی اور بد امنی کی حالت کو دیکھ کر یہ مناسب سمجھا کہ مسلمانون اور یہودیون کے درمیان ایک ایسا سمجھوتہ ہو جائے کہ دونون فریق اس شہر مین آزادی سے رہ سکین، ہر ایک کا مذہبی حق محفوظ ہو، اور شہر کے سارے رہنے والے خواہ وہ مسلمان ہون یا یہودی باہر سے حملہ کرنے والون کے مقابلہ مین ایک ہون، چنانچہ آپؐ نے یہودیون سے بات چیت کر کے اس قسم کے ایک معاہدہ پر ان کو رضامند کر لیا، اور انھون نے اس کا پکا وعدہ کیا، لیکن کچھ ہی دنون کے بعد ان کو نظر آیا، کہ اسلام کی طاقت شہر مین روز بروز بڑھتی جاتی ہے، اور ان کا پہلا زور ٹوٹ رہا ہے، یہ دیکھ کر وہ دل مین جلنے لگے،

عبد اللہ بن اُبَیّ کو خیال تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ نہ آتے تو مدینہ کی بادشاہی اسی کو ملتی، اس لیے گو وہ اور اس کے ساتھی منہ پر مسلمانون کے خلاف کچھ نہین بول سکتے تھے، مگر دل مین وہ بھی مسلمانون کے مخالف اور یہودیون کے شریک تھے، انہی کو منافق کہتے ہین،

مکہ والون کی شرارتین اور سازشین

جو مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے، مکہ والون نے ان کے گھرون اور جائدادون پر قبضہ کر لیا، اور سب سے بڑی بات کی کہ خانہ کعبہ مین آنا، اور حج کرنا ان کے لیے بند کر دیا، کوئی جاتا تو چھپ کر، اور سر کو ہتھیلی پر رکھ کر جاتا، اور جو غریب مسلمان یا چھوٹے بچے یا عورتین مدینہ نہین آسکی تھین، ان پر پہرہ بٹھا دیا، کہ وہ نہ جانے پائین،

اتنے ہی پر انھون نے بس نہین کیا، بلکہ یہ دیکھ کر کہ ان کے مجرم یعنی مسلمان

ان کی گرفت سے آزاد ہو کر مدینہ مین زور پکڑ رہے ہین، انھون نے یہودیون اور مدینہ کے منافقون سے سلام و پیام شروع کر دیا، اور ان کو کہلا بھیجا کہ تم نے ہمارے بھاگے ہوئے مجرمون کو اپنے گھرون مین رکھا ہے، بہتر یہ ہے کہ ان کو نکال دو، ورنہ ہم آکر تمھارے شہر پر حملہ کرین گے،

مسلمانون کے تین دشمن مکہ مین مسلمانون کا ایک ہی دشمن تھا یعنی مکہ کے کافر، مدینہ آکر ان کے تین دشمن ہو گئے، مکہ کے کافر، مدینہ کے منافق اور حجاز کے یہود، مکہ کے کافر تلوار کے دھنی تھے، اس لیے وہ تلوار سے فیصلہ چاہتے تھے، مدینہ کے منافق اپنی چالون اور سازشون سے نقصان پہنچاتے رہتے تھے، اور حجاز کے یہود جو عرب کے سرمایہ والے تھے، پورے حجاز مین اپنی دولت اور سرمایہ کے زور سے اودھم مچائے ہوئے تھے، عرب کی ساری دولت ان کے قبضہ مین تھی، عرب مزدورون کی کاشت اور کھیتی کی پیداوار کے مالک بنے بیٹھے تھے، ملک کا سارا بیوپار اور کاروبار ان کے ہاتھون مین تھا، اور وہ اپنے سود در سود، اور دوسرے حاجتی ہتھکنڈون سے عرب کے بے تاج کے بادشاہ اور ملک کی بھلائی کی ہر کوشش کے مخالف تھے.

اسلام کو ان تینون طاقتون کا ایک ساتھ مقابلہ کرنا پڑا، اور ان مین سے ہر ایک کے ہٹانے کے لیے الگ الگ تدبیر کرنی پڑی،

منافقون سے برتاؤ منافق چونکہ زبان سے مسلمان ہونے کا دعوی کرتے تھے، اس لیے ان کی علانیہ مخالفت نہین کی گئی، اور نہ سزا دیکر ان کو اور زیادہ دشمن بنایا گیا، بلکہ آپ نے ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کیا، ان کے قصورون پر طرح دیتے تھے، اور پوچھ گچھ نہین کرتے تھے، مقصد یہ تھا کہ مسلمانون کے نیک برتاؤ

اور شریفانہ سلوک سے وہ آخر کار متاثر ہوکر پکے مسلمان ہو جائین، ایک آدھ دفعہ کسی صحابی نے آپؐ کی خدمت مین یہ عرض بھی کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت ہو تو بعض منافقون کی گردنین اڑا دون، فرمایا نہین، کیا تم لوگون کو یہ کہنے کا موقع دینا چاہتے ہو کہ محمد اپنے آدمیون کو آپ مروا دیتے ہین، فرمایا جس نے زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پڑھ دیا، اس کا شمار مسلمانون مین ہے، اور اس کے اندر کا معاملہ خدا کے سپرد ہے،

منافقون کا سردار عبد اللہ بن اُبَیّ جب مرا تو آپؐ نے اس کے نیکدل مسلمان بیٹے کی درخواست پر اپنے بدن کا مبارک کرتا اس کو پہنا دیا، یہین تک نہین بلکہ بعض مسلمانون کے کہنے سننے کو بھی نہین مانا، اور اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھائی.

انھی دنون مین ایک دفعہ آپؐ بنو حارث کے محلہ سے گدھے پر سوار گذر رہے تھے، راہ مین ایک جگہ کچھ مسلمان، کچھ یہود، اور کچھ منافق بیٹھے تھے جن مین ان کا سردار عبد اللہ بن اُبَیّ بھی تھا، گدھے کے چلنے سے کچھ گرد اُڑی، تو عبد اللہ نے حقارت سے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ، آپؐ نے کچھ خیال نہ کیا، اور مجمع کو سلام کیا، اور اُن کو اللہ کے کچھ احکام سنائے، اس پر عبد اللہ نے پھر کہا:-

اے صاحب! مجھے یہ پسند نہین، اگر تمھاری بات سچ بھی ہو، تو ہماری مجلس مین آکر ہم کو سنایا نہ کرو، جو تمھارے پاس جائے اسی کو سنایا کرو"

مسلمانون کو اس کے اس برتاؤ سے بڑا غصہ آیا، مگر آپؐ نے اُن کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا، اور آگے بڑھ گئے،

لیکن پھر بھی چونکہ وہ گھر کے بھیدی تھے، اس لیے مسلمانون کو اُن سے چوکنا

رہنے کی تاکید کی گئی، اُن سے راز کی بات چھپائی جاتی، اور مسلمانون کو اُن پر بھروسہ رکھنے سے باز رکھا، اور اُن کی دوستی سے روکا گیا،

یہ گروہ اسلام کے غلبہ کے بعد آپسے آپ فنا ہوگیا،

مکہ کے کافرون کی روک تھام مکہ کے کافر تلوار کے دھنی تھے، اس لیے ان کی روک تھام کے لیے دوڑ دھوپ کی ضرورت ہوئی، مکہ والون نے کمزور مسلمانون کو مدینہ آنے سے روک کر گویا اُن کو اپنی قید مین لے لیا تھا، باہر سے مسلمانون کو مکہ آنے نہین دیتے تھے، حدیہ کہ کعبہ کا طواف اور حج جو سارے عرب کے لیے کھلا ہوا تھا مسلمانون کے لیے وہ بھی بند تھا، آپ نے مکہ والون کو ان کے اس برتاؤ کے بدلنے پر مجبور کرنے کے لیے یہ کیا کہ ان کے بیوپاریون کو جو شام آتے جاتے تھے، دو دو چار چار اور کبھی کبھی دس بارہ مسلمانون کو بھیج کر ڈروانے لگے، تاکہ وہ اپنے بیوپار کی خاطر مسلمانون سے صلح کرلین، اور مسلمانون پر سے اپنی پابندیان اٹھالین، مگر انھون نے ایسا نہین کیا، اور برابر اپنی ضد پر قائم رہے، اور مسلمان بھی ان کے بیوپار کے راستہ کو روکنے کے لیے اڑے رہے، مدینہ، شام اور حجاز کے بیچ مین پڑتا تھا، اس لیے مکہ والے اپنا راستہ بدل بھی نہین سکتے تھے،

اسی کے ساتھ آپ نے یہ کیا کہ مدینہ کے آس پاس مین جو عرب قبیلے ایسے تھے جن کے بگڑ جانے یا مکہ والون کا ساتھ دینے سے مدینہ کا امن وامان خاک مین مل جاتا، ان کے پاس جا جا کر اُن سے صلح کا معاہدہ کرنے لگے، اس طرح پہلے جُہینہ کے قبیلے سے، پھر بنو ضمرہ سے صلح اور دوستی کے معاہدے ہوئے،

مکہ کے کافر یہ دیکھ کر اور جلنے لگے، اور سمجھے کہ اس سے محمد کا زور اور بڑھے گا، جبتک

توڑ ضروری ہے۔ چنانچہ مکہ کے ایک رئیس کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پہ چھاپا مارا اور آپؐ کے اونٹ لوٹ لے گیا مسلمانون نے پیچھا کیا، مگر وہ بچ کر نکل گیا،

اس واقعہ کے تیسرے مہینہ آپؐ دوسو مہاجرون کو لے کر بنی مدلج کے قبیلہ مین پہنچے، اور اس سے بھی دوستی کا معاہدہ کیا،

کچھ دنون کے بعد یہ ہوا کہ رجب ۲ھ مین آپؐ نے بارہ ۱۲ آدمیون کو نخلہ کی وادی مین بھیجا، اور ان کو ایک بند خط دے کر فرمایا کہ "اس کو دو دن کے بعد کھولنا، دو دن کے بعد خط کھولا، تو اس مین لکھا تھا، کہ نخلہ مین ٹھہر کر قریش کے ارادون کا پتہ لگاؤ، اور خبر دو" اتفاق یہ کہ مکہ کے کچھ لوگ جو شام سے تجارت کا مال لے کر آرہے تھے، سامنے سے گذرے مسلمانون کے اس دستہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر ان پہ حملہ کر دیا، ان مین سے ایک شخص عمرو بن حضرمی مارا گیا اور دو پکڑ لیے گئے، اور قافلہ کا مال لوٹ لیا گیا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب اس کی خبر ملی، تو ناراضی ظاہر کی، اور فرمایا کہ مین نے تم سے یہ تو نہین کہا تھا، تم نے تو لڑائی کی آگ لگا دی، اور اسی کے ساتھ عرب کے قاعدے کے مطابق اس دستہ نے جو مال لوٹا تھا، وہ بھی اسی کو لوٹا دیا، مکہ کا جو آدمی مارا گیا تھا، وہ قریش کے ایک بڑے سردار کا ساتھی تھا، اور جو دو آدمی پکڑے گئے تھے، وہ بھی قریش کے ایک دوسرے سردار کے پوتے تھے، اس واقعہ نے مکہ والون مین بدلہ لینے کا نیا جوش پیدا کر دیا،

بدر کی لڑائی بدلہ لینے کے لیے ایک بڑی لڑائی ضروری تھی، اور لڑائی کے لیے سرمایہ بھی ضروری تھا، مکہ والون نے اپنا سارا سرمایہ دے کر ایک تجارتی قافلہ شام کو بھیجا، پہلے واقعہ کے دو ڈھائی مہینون کے بعد رمضان ۲ھ مین یہ قافلہ

لوٹ کر آرہا تھا کہ مکہ والون کو خبر پہنچی کہ مسلمان اس پر چھاپا مارا چاہتے ہین، یہ خبر پاتے ہی قریش کے بڑے بڑے سردار ایک ہزار سپاہیون کو لے کر مکہ سے نکلے، ادھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی خبر ملی، تو آپؐ بھی کچھ مسلمانون کے ساتھ مدینہ سے چل پڑے، قافلہ تو بچ کر مکہ پہنچ چکا تھا، مگر مکہ والون نے کہا کہ ہم بدر پہنچکر خوشی منائین گے، اور ناچ رنگ، اور شراب وکباب کے جلسے کرین گے، بدر ایک گانون کا نام تھا، جہان سال کے سال یون بھی میلہ لگتا تھا.

مدینہ سے ایک میل نکل کر آپؐ نے پڑاؤ کیا، بچون کو واپس کیا، مدینہ مین منافقون اور یہودیون کا ڈر تھا، اس لیے ابو لبابہؓ صحابی کو مدینہ کا حاکم بنا کر مدینہ لوٹا دیا، اور دو آدمیون کو آگے بھیجا کہ قریش کا پتہ لگائین، جب بدر کے قریب پہنچے، تو خبر پہنچانے والون نے خبر دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آگئے ہین، یہ سُنکر آپؐ یہین رک گئے،

رات بھر دونون لشکر آمنے سامنے پڑے رہے، مسلمانون نے بھی کمر کھول کر آرام کیا، مگر خدا کا رسولؐ رات بھر کھڑا نماز اور دعاین لگا رہا، صبح ہونے کو آئی تو مسلمانون کو نماز کے لیے آواز دی، نماز کے بعد جہاد پر وعظ فرمایا،

یہ مسلمانون کا پہلا لشکر تھا، اور کافرون سے ان کی یہ پہلی لڑائی تھی،

ایک نیک دل قریشی نے چاہا کہ یہ لڑائی ٹل جائے اور ابن حضرمی کا خون بہا[1] اس کے وارث کو دیدیا جائے، عتبہ قریش کا سردار اور حضرمی کا حلیف اس کے لیے تیار تھا، مگر ابو جہل نے اس تجویز کو کامیاب نہ ہونے دیا،

---

[1] خون کی قیمت

صبح ہوئی تو دونون فوجین میدان مین آکر کھڑی ہوئین، ایک طرف ایک ہزار کا دل بادل تھا، جو لوہے مین غرق تھا، اور دوسری طرف تین سو تیرہ مسلمان تھے، جن کے پاس پورے ہتھیار بھی نہ تھے، لیکن حق کا زور اُن کے بازو مین تھا، اور دین کا جوش اُن کے سینون مین امنڈ رہا تھا، اللہ کے رسولؐ لڑائی کے میدان سے ذرا ہٹ کر ایک چھپر کے سایے مین اللہ کے حضور سر جھکائے فتح کی دعا مانگ رہے تھے، اور عرض کر رہے تھے کہ خداوندا! اگر آج یہ تیرے مٹھی بھر پوجنے والے مٹ گئے، تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی،

لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ پہلے ابن حضرمی کا بھائی عامر جس کو اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ تھا، آگے بڑھا، ایک غلام مسلمان اس کے مقابلہ کو نکلا، اور وہ مارا گیا، اس کے بعد عتبہ جو قریش کے لشکر کا سردار تھا، بڑی شان سے نکلا، اس کے ساتھ ولید اور شیبہ بھی آگے بڑھے، ادھر مسلمانون کی طرف سے بھی مدینہ کے تین انصاری مقابلہ کو نکلے، عتبہ نے ان کا نام و نسب پوچھا، اور جب معلوم ہوا کہ یہ مدینہ والے ہین، تو پکارا "محمدؐ یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہین" حضورؐ کے فرمانے سے یہ انصاری ہٹ آئے، اور اب حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ مرتضیٰ، اور حضرت عبیدہؓ میدان مین آئے،

عتبہ، حضرت حمزہؓ سے اور ولید، حضرت علیؓ سے مقابل ہوئے، اور مارے گئے، لیکن شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ آگے بڑھے، اور شیبہ کا کام تمام کر دیا، حضرت زبیرؓ نے سعید بن العاص کا مقابلہ کیا، اور ایسی تان کر برچھی ماری کہ وہ دھم سے زمین پر آرہا،

اب عام حملہ شروع ہو گیا، مدینہ مین ابوجہل کی شرارت اور مسلمانون سے دشمنی کا چرچا عام تھا، انصار کے دو نوجوان اس کی تاک مین نکلے، اور لوگون سے پتہ پوچھ کر باز کی طرح اس پر ایسے جھپٹے کہ دم کے دم مین وہ خاک اور خون مین لتھڑا پڑا تھا، ایک دوسرے مسلمان نے جاکر اس کا سر کاٹ لیا،

عتبہ اور ابوجہل کا مارا جانا تھا، کہ قریش ہار کر بھاگنے لگے، اور مسلمانون نے ان کو پکڑنا شروع کیا، قریش کے ستر آدمی جو مکہ کے بڑے بڑے رئیس تھے، مارے گئے، اور اتنے ہی آدمی گرفتار ہو گئے، اور مسلمانون مین صرف چودہ بہادرون نے شہادت پائی،

خدا کی عجیب قدرت ہے کہ تین سو تیرہ آدمیون نے جو ہتھیارون سے بھی پوری طرح سجے نہ تھے، ایک ہزار کی فوج کو ہرا دیا، یہ سچ اور جھوٹ اور اندھیرے اور اجالے کی لڑائی تھی، سچ کی جیت ہوئی، اور جھوٹ کی ہار، اندھیرا چھٹ گیا، اور اجالا چھا گیا،

دشمنون سے برتاؤ بدر کے قیدیون کے ساتھ مسلمانون نے بڑا اچھا برتاؤ کیا مسلمان ان کو کھانا کھلاتے تھے، اور خود کھجور کھا لیتے تھے، جن کے پاس کپڑے نہین تھے، ان کو کپڑے دیے، قیدیون مین ایک شخص سہیل بن عمر پکڑ کر آیا تھا، یہ بڑا زور آور مقرر تھا، عام مجمعون مین مسلمانون کے خلاف تقریرین کرتا، اور لوگون کو ابھارتا تھا، بعض صحابیون نے کہا، یارسول اللہؐ اس کے دانت اکھڑوا دیجیے، کہ پھر اچھی طرح بول نہ سکے، آپؐ نے اس رائے کو ناپسند کیا، اور فرمایا، اگر مین اس کے جسم کا حصہ بگاڑ دون گا تو گو نبی ہون، مگر خدا اس کے بدلہ مین میرے جسم کا کوئی حصہ بھی بگاڑ دے گا، بعض پرجوش صحابی چاہتے تھے کہ ان قیدیون کو قتل کر دیا جائے، مگر آپؐ نے ان کی بات بھی نہین مانی، اور یہ طے کیا کہ ان مین جو امیر ہین، وہ فدیہ دیکر چھوٹ جائین،

اور جو غریب ہون، لیکن لکھنا پڑھنا جانتے ہون، وہ دس مسلمان بچون کو لکھنا پڑھنا سکھا دین، اور جو یہ بھی نہین جانتا تھا، وہ خدا کی راہ مین آزاد کر دیا گیا،

بدر کی جیت نے مسلمانون کی قسمت کا پانسا پلٹ دیا، اب وہ صرف ایک مذہب اور ایک الٰہی نظام کے داعی ہی نہ تھے، بلکہ ایک اٹھتی ہوئی سیاسی قوت تھے، جن کا مقصد نہ صرف عرب کی چھوٹی چھوٹی سیکڑون بے نظام ریاستون کی جگہ ایک مضبوط اور باقاعدہ حکومت کھڑی کرنا، بلکہ قیصر و کسریٰ کی ظالمانہ حکومتون کو مٹا کر دنیا مین عدل و انصاف اور برابری اور مساوات کی سلطنت قائم کرنا تھا، قریش کا بڑا زور ٹوٹ گیا، مکہ کے اکثر رئیس مارے گئے، ان کی جگہ اب سب کا رئیس ابوسفیان بنا، اس فتح نے منافقون کے دل بھی دھڑکا دیے، ان کو پتہ مل گیا کہ اب ترازو کا کون پلڑا بھاری ہو رہا ہے، ادھر یہود بھی ہوشیار ہو گئے، اور ان کو یہ ڈر ہونے لگا کہ اب جلد ہی اس نئی طاقت کا سر نہ کچل دیا گیا تو ان کا کہین ٹھکانا نہین،

بدر کا انتقام بدر کی لڑائی تو ایک حضرمی کے خون کے لیے کھڑی کی گئی تھی، اب قریش اپنے ستر مقتولون کے خون کے بدلہ کا خیال ہوا، بدر مین جو مارے گئے تھے، ان کا ماتم ہو رہا تھا، مرثیے پڑھے جاتے تھے، سازشین کی جاتی تھین کہ مسلمانون سے اس کا بدلہ کیونکر لیا جائے، ابوسفیان نے جو اب مکہ کا رئیس تھا، قسم کھائی تھی، کہ جب تک وہ مسلمانون سے بدلہ نہ لیگا، دنیا کا لطف نہین اٹھائیگا، بدر کے تین مہینون کے بعد اس نے اپنی قسم اس طرح پوری کی کہ وہ دو سو ستر سوارون کو لے کر مدینہ کے آس پاس گیا، اور یہود سردارون سے بات چیت کی، یہود نے

اس کو مدینہ پر حملہ کے بھید بتائے، صبح کو واپس ہوتے ہوئے ایک مسلمان کو قتل کیا، اور مسلمانوں کے چند مکانوں اور گھاس کے ڈھیر مین آگ لگا دی، مسلمانوں کو خبر ہوئی، تو وہ دوڑے، مگر وہ نکل چکا تھا، اس واقعہ کو غزوہ سویق (ستو والی لڑائی) کہتے ہین، کیونکہ ابو سفیان کے ساتھیون کا توشہ اس سفر مین سویق یعنی ستو تھا، جس کو گھبراہٹ مین وہ پھینکتے گئے تھے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ادھر سے اطمینان ہوا تو ایک گھریلو کام کرنے کا خیال آیا، یہ حضرت فاطمہ زہرا کے نکاح کی تقریب تھی، اور وہ بھی رسم ورواج کی ایک بہت بڑی اصلاح تھی۔

حضرت فاطمہ زہرا کا نکاح

(ذی الحجہ ۲ھ)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد مین یہ سب سے چہیتی اور صاحبزادیون مین سب سے چھوٹی تھین، آپ کو اپنی سب اولادون سے زیادہ اُن سے محبت تھی، اور وہ بھی اپنے پیارے باپ پر فدا رہتی تھین آپ کو ذرا بھی تکلیف پہنچتی، تو وہ بے چین ہو جاتی تھین، نیکی اور پاکیزگی مین اپنی مثال نہین رکھتی تھین، اب وہ جوان ہو چکی تھین، اٹھارہ سال کی عمر تھی، شادی کے پیغام آنے لگے تھے، مگر حضورؐ کے دل مین کچھ اور ہی بات تھی، یہ خیال تھا کہ اس کے لیے ایسا ہی جوڑ کا لڑکا بھی ملے، یہ حضرت علیؓ تھے، جو حضورؐ ہی کے سایہ مین پلے تھے، حضرت علیؓ نے اپنی درخواست پیش کی، تو وہ گویا پیش ہونے سے پہلے منظور ہو چکی تھی، حضرتؐ نے بی بی فاطمہؓ سے دریافت کیا، تو وہ چپ رہین، یہ گویا رضامندی کا اظہار تھا، پھر حضرت علیؓ سے پوچھا، کہ تمھارے پاس مہر ادا کرنے کو کیا ہے، بولے کچھ نہین، فرمایا وہ زرہ کیا ہوئی، جو بدر مین ہاتھ آئی تھی،

عرض کی ڈھ تو موجود ہے، آپؐ نے فرمایا، وہ بس ہے،

اس کتاب کے پڑھنے والون کو خیال ہوگا کہ یہ زرہ بڑی قیمتی چیز ہوگی، لیکن یہ سنکر اُن کو تعجب ہوگا کہ وہ صرف سوا سو روپیہ کی تھی، زرہ کے سوا بدر کے اس بہادر کی جو ملکیت تھی، وہ یہ تھی، بھیڑ کی ایک کھال، اور ایک پرانی یمنی چادر، یہی وہ سرمایہ تھا جو دولھا نے دولہن کی نذر کیا، ایک صحابیؓ نے اپنا ایک خالی مکان دولھا دولہن کے رہنے کو پیش کیا، جس کو آپؐ نے قبول فرمایا،

بزرگ باپؐ نے اپنی چہیتی بیٹی کو جو جہیز دیا، وہ بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا ایک گدا جس مین کھجور کے پتے بھرے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیان، اور دو مٹی کے گھڑے،

دولھا دولہن جب نئے گھر مین جا بیے تو حضورؐ دیکھنے تشریف لے گئے پہلے دروازہ پر کھڑے ہوکر اجازت مانگی، پھر اندر گئے، ایک برتن مین پانی منگوایا، دونون ہاتھ اس مین ڈالے، اور ہاتھ نکال کر دونون پر وہ پانی چھڑکا، اور بیٹی سے فرمایا، بیٹی مین نے تمھارا نکاح خاندان کے سب سے بہتر شخص سے کیا ہے،

اللہ اکبر! کیا سادگی اور بے تکلفی کی تقریب تھی، مسلمانون کی خوشی کے مراسم کے لیے اس سے بہتر کوئی نمونہ ہو سکتا ہے؟ یہ گویا حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نے مسلمانون کے سامنے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی کی مثال پیش کی ہے،

روزہ

رمضان نماز کے بعد اس سال روزہ کی دوسری عبادت فرض ہوئی، اور اس کے لیے رمضان کا مہینہ چنا گیا، کیونکہ یہ وہی پاک مہینہ تھا جس کی ایک رات مین خدا کا پیغام اس خاص بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر حرا کے غار مین اُترا تھا، اس یادگار مین یہ مہینہ عزت اور حرمت کا مہینہ مقرر ہوا، اور اس مین اسی طرح دن گذارنے کا حکم ہوا جس طرح اس برگزیدہ نبیؐ نے ان دنون حرا مین دن گذارے تھے. یعنی دن کو کھانے پینے سے پرہیز اور رات کو خدا کی عبادت.

عید ہر شریعت نے اپنے لیے تہوار کا کوئی دن اپنی خوشی اور مسرت کے لیے مقرر کیا ہے، اسلام نے اس کے لیے رمضان کے روزہ کے بعد شوال کی پہلی کو عید کا دن مقرر کیا، اس مین عید کی دو رکعت نماز پڑھنے کو بتایا، تاکہ خدا کے سامنے سب کھڑے ہوکر قرآن کی نعمت اور اسلام کی دولت ملنے پر خدا کا شکر ادا کرین، اور اسلیئے تاکہ اس خوشی کے دن کوئی بھائی بھوکا نہ رہے، یہ انتظام کیا گیا، ہر مقدرت والے پر فطرہ کا صدقہ واجب کیا گیا، یہ پہلا موقع تھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانون کو ساتھ لے کر ایک میدان مین عید کی نماز ادا کی، نماز کے بعد خطبہ دیا جس مین فطر کے صدقہ کی خوبیان بیان فرمائین.

یہ عید کی نماز مسلمانون کی معاشرتی مساوات اور مذہبی خوشی کا سالانہ مظہر ہے؛

اُحد کی لڑائی

شوال ۳ھ

مکہ مین بدر کے بدلہ لینے کی آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی، ابو سفیان نے اس جوش سے فائدہ اٹھایا، قریش کا تجارتی سرمایہ لڑائی کے خرچ کے لیے منظور ہوا، عربون کے بھڑکانے اور جوش دلانے کا سب سے کام کا ہتھیار شاعری تھی، قریش کے دو شاعرون نے اس کام کو اپنے ہاتھون مین لیا، ان مین سے ایک وہی تھا، جو بدر مین قید ہو چکا تھا، مگر رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلم و کرم سے رہا ہو گیا تھا، ان دونون نے قریش کے قبیلون مین جا جا کر اپنے بیان کی گرمی سے آگ لگا دی،

قریش کے شریف گھرانون کی بی بیون نے بھی سپاہیون کے دل بڑھانے کا کام کیا، بڑے بڑے گھرانون کی بی بیان جن کی سردار ابو سفیان کی بی بی ہند تھی، اپنے گانون سے قریش سپاہیون کی رگون مین شجاعت اور مردانگی کے خون دوڑانے کے لیے سفر کو آمادہ ہوئین۔ ہند کا باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کا چچا دونون بدر کے میدان مین حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، ہند نے جبیر کے حبشی غلام وحشی کی آزادی کی قیمت حضرت حمزہؓ کا سر مقرر کیا تھا،

مکہ مین یہ تیاریان ہو رہی تھین، مگر ابھی تک مدینہ مین اسکی خبر نہ تھی، حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے چچا حضرت عباسؓ نے جو اسلام لاچکے تھے، ایک تیز چلنے والے آدمی کو بھیجکر مدینہ خبر کی، اتنے مین خبرین ملین کہ قریش کی فوج دھاوا کرکے مدینہ کے قریب پہنچ چکی ہے، آپؐ نے کچھ مسلمانون کو پہرہ کے کام اور دشمنون کی دیکھ بھال پر مقرر کیا، صبح ہوئی تو مشورہ طلب کیا، اکثرون نے یہ رائے دی کہ عورتون کو باہر کے قلعہ مین بھیجدیا جائے اور مرد آبادی مین ٹھہر کر دیوارون کی آڑ لے کر دشمنون کا سامنا کرین، منافقون کے سردار عبد اللہ بن اُبی بن سلول نے بھی یہی رائے دی لیکن نوجوان مسلمانون نے جو جوش مین بھرے ہوئے تھے، اس پر اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر میدان مین مقابلہ کیا جائے، اس قرارداد کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر تشریف لے گئے، اور زرہ پہنکر باہر تشریف لائے، اور دوسرے مسلمانون نے بھی تیاری شروع کردی،

قریش نے مدینہ کے پاس پہنچکر اُحد پہاڑ کے پاس پڑاؤ ڈالا، اور دو دن یہان جمے رہے، تیسرے دن جمعہ تھا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جمعہ کی نماز پڑھکر ایک ہزار مسلمانون کو ساتھ لے کر باہر نکلے، ان مین عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بھی تین سو آدمی تھے، لیکن وہ یہ کہکر اپنے آدمیون کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا، کہ محمدؐ نے میری رائے نہ مانی، اب صرف سات سو مسلمان رہ گئے، جن مین سے صرف سو آدمیون کے پاس زرہین تھین،

اس لڑائی مین شرکت کی اجازت پانے کے لیے بعض کم سن نوجوان مسلمانون نے عجیب وغریب جوش دکھایا، رافع بن خدیجؓ سے جب کہا گیا کہ تم عمر مین چھوٹے ہو تو وہ انگوٹھون کے بل تن کر کھڑے ہوگئے، سچ ہے قوم کی زندگی کی آگ نوجوانون کے ہی جوشِ عمل کے ایندھن سے جلتی ہے،

مسلمانوں نے اُحد پہاڑ کو پیٹھ کے پیچھے رکھکر اپنی صف درست کی، پہاڑ مین ایک درہ (گھاٹی) تھا، جدھر سے ڈر تھا کہ دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر دین، اس لیے پچاس اچھے تیر چلانے والون کا ایک دستہ اس کی حفاظت کے لیے مقرر کیا، اور سمجھا دیا کہ لڑائی مین ہماری جیت بھی ہو رہی ہو، تو بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹین،

لڑائی اس طرح شروع ہوئی، کہ قریش کی شریف بیویان دف پر فخر کے اشعار اور بدر کے مقتولون کا درد بھرا مرثیہ پڑھتی ہوئی آگے بڑھین، پھر قریش کے لشکر کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا، علیؓ مرتضیٰ نے اس کا جواب دیا، اور بڑھکر تلوار ماری، اور طلحہ کی لاش زمین پر تھی، اس کے بعد اس کے بیٹے نے جرأت کی، اور آخر حضرت حمزہؓ کی تلوار نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا، اب عام جنگ شروع ہوگئی، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، ابو دجانہ انصاریؓ فوجون کے دل مین گھس گئے اور دشمنون کی صفین الٹ دین،

حضرت حمزہؓ دونون ہاتھون مین تلوار لیے لاشون پر لاشین گراتے جارہے تھے، جبیر کا حبشی غلام وحشی جس سے ہند نے یہ وعدہ کیا تھا، کہ اگر وہ حمزہ کو قتل کر دے تو آزاد کر دیا جائے گا، حضرت حمزہؓ کی تاک مین تھا، حضرت حمزہؓ جیسے ہی اسکی زد مین آئے، اس نے حبشیون کے ایک خاص انداز سے جس مین ان کو پوری مہارت ہوتی ہے، ایک چھوٹا سا نیزہ پھینک کر مارا، جو ناف مین لگا، اور پار ہوگیا، حضرت حمزہؓ نے اس پر پلٹ کر حملہ کرنا چاہا، مگر لڑکھڑا کر گر پڑے، اور روح پرواز کر گئی،

حق اور باطل کی کیسی عجیب لڑائی تھی، باپ اپنے بیٹے اور بیٹا اپنے باپ کے

مقابل تلوار تول رہا تھا، حنظلہؓ ایک صحابی تھے، جو مسلمان ہو چکے تھے، انھون نے
اپنے باپ کے مقابلہ مین جانے کی اجازت چاہی، مگر رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے اس کی اجازت نہ دی، مسلمان بہادر ایمان کے جوش مین چور تھے، وہ کافرون
کو ہر طرف سے دبائے بڑھے جا رہے تھے، آخر ان کے بے پناہ حملون سے دشمنون
کے پاؤن اکھڑ گئے، اب مسلمانون نے دشمنون کے بجائے ان کے مال واسباب
کی لوٹ شروع کر دی، یہ دیکھ کر تیر چلانے والون نے جو درہ کے پہرہ پر تھے، اپنی
چوکی چھوڑ دی، ان کے سردار عبد اللہ بن جبیرؓ نے کتنا ہی ان کو روکا، مگر وہ
یہ جان کر کہ لڑائی ختم ہو چکی ہے، وہ بھی لوٹ مار مین شریک ہو گئے، خالد جو
بعد کو اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار ثابت ہوئے، اس وقت مکہ
کی فوج مین تھے، ان کی جنگی نظر سے دشمنون کی یہ کمزوری چھپی نہین رہ سکتی تھی،
وہ سوارون کا ایک دستہ لے کر درہ سے ہو کر آگے بڑھے، عبد اللہ بن جبیرؓ اور
ان کے چند ساتھیون نے جم کر سامنا کیا، اور سب کے سب شہید ہو گئے، خالد
نے اب آگے بڑھ کر مسلمانون پر پیچھے سے حملہ کیا، مسلمان لوٹنے مین مصروف
تھے، مڑ کر دیکھا تو تلوارین برس رہی تھین، بد حواسی کا یہ عالم ہوا کہ مسلمان آپس
ہی مین ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے، مصعبؓ بن عمیرؓ جو مسلمانون کے علمبردار
اور صورت مین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملتے جلتے تھے، وہ ایک کافر کے ہاتھ
سے شہید ہو گئے، اس پر کافرون نے غل مچا دیا کہ محمدؐ نے شہادت پائی، اس آواز
سے مسلمانون کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے، ان کی صفین بے ترتیب ہو گئین،
کافرون کا سارا زور ادھر تھا، جدھر حضورؐ تھے، صفون کی بے ترتیبی سے آپؐ تک

پہنچنے کے لیے دشمنون کا راستہ بالکل صاف تھا، صرف گیارہ جان نثار پروانون کی طرح شمع نبوت کے ارد گرد تھے، ان مین سے علی مرتضیٰؓ، ابوبکر صدیقؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ کے نام مہاجرون مین اور ابودجانہؓ کا نام انصاریون مین معلوم ہے، باقی صحابہ کو آپؐ کی کچھ خبر نہ تھی، یکایک آپ کو ایک صحابی نے دور سے پہچانا، اور پکارا مسلمانو! رسول اللہ ﷺ یہ ہین، یہ سن کر ہر طرف سے جان نثار ٹوٹ پڑے، اور آپ کو دائرہ مین لے لیا، کفار نے ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا، دَل کا دَل ہجوم کر کے بڑھتا تھا، لیکن ذوالفقار[1] کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا، ایک دفعہ ہجوم ہوا تو فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے، دفعتہً سات انصاری ایک کے بعد ایک بڑھے اور ایک ایک نے لڑکر جانین دین، ابودجانہؓ جھک کر سپر بن گئے، جو تیر آتے، انکی پیٹھ پر لگتے، طلحہؓ نے تلوارون کو اپنے ہاتھ پر روکا، حضرت سعدؓ آپ کی طرف سے تیر چلا رہے تھے، ابوطلحہؓ نے سپر سے آپکے چہرۂ مبارک کا اوٹ کر لیا تھا، آپ گردن نکال کر لڑائی کا منظر دیکھنا چاہتے، تو وہ عرض کرتے، کہ آپ گردن نہ اٹھائین، کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ حاضر ہے، اسی حال مین قریش کا ایک شقی جو بڑا بہادر کہلاتا تھا، جان نثارون کے دائرہ کو توڑ کر آگے بڑھا، اور چہرۂ مبارک پر تلوار ماری، جس کی چوٹ سے خود کی دو کڑیان چہرۂ مبارک مین چبھ کر رہ گئین، اُمّ عمارہؓ صحابیہ نے اس کے تلوار ماری، جو اس کی زرہ مین اچٹ کر رہ گئی، کسی کافر نے دور سے کوئی پتھر پھینکا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر آکر لگا، جس سے آگے کے دو دانت شہید ہو گئے، اسی حالت مین آپؐ کی زبان سے یہ اثر مین ڈوبا ہوا فقرہ نکلا، جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا:-

"اے خدا میری قوم کے قصورون کو معاف کر کہ وہ نادان ہین"

اس کے بعد چند ثابت قدم صحابیون کے ساتھ آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔

[1] یہ حضرت علیؓ کی اُس تلوار کا نام تھا، جو ان کو بدر مین ملی تھی،

ابوسفیان نے دیکھ لیا، فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا، لیکن حضرت عمرؓ اور چند ہمراہیوں نے پتھر برسائے، جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا، لیکن سامنے کی دوسری پہاڑی پر چڑھ کر اس نے ہبل دیوتا کی جے پکاری، حضرت عمرؓ نے اس کے مقابلہ مین اللہ اکبر کا نعرہ لگایا،

آپؐ کی وفات کی غلط خبر مدینہ تک پھیل گئی، حضرت فاطمہ زہراؓ خدا جانے کس طرح بے تابانہ باپ کے قدمون تک پہنچ گئین، چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا، حضرت علیؓ سپر مین پانی بھر کر لائے، حضرت فاطمہؓ زخمون کو دھوتی تھین، مگر خون نہین تھمتا تھا، آخر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر زخمون پر رکھ دیا، جس سے خون تھم گیا،

اس لڑائی مین ستر مسلمان مارے گئے، شہیدون مین سب سے بڑی ہستی حضرت حمزہؓ کی تھی، حضورؐ پر اس کا بڑا اثر تھا، مگر مجال کیا تھی جو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا، اتنا فرمایا کہ "آہ! حمزہؓ پر کوئی رونے والا بھی نہین" انصار نے سنا تو اپنی عورتون کو ہدایت کی کہ پہلے حمزہؓ کا ماتم کرو، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دیکھا تو فرمایا، تمھاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہون، لیکن مردون پر رونا جائز نہین،

قریش کی عورتون نے اور خاص کر ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے مسلمان لاشون سے بے ادبی کر کے اپنے دل کا بخار نکالا، ان کے ناک کان کاٹ لیے، اور ان پھولون کا ہار بنا کر اپنے گلے مین ڈالا، ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا، اور جگر نکال کر چبایا، مگر نگل نہ سکی، پھر ایک بلندی پر چڑھ کر چند اشعار گائے کہ آج بدر کا بدلہ ہو گیا،

اس لڑائی مین یہودیون کے ڈر سے مسلمانون نے اپنی بیویون، بچون، اور کمزورون کو قلعہ مین رکھ دیا تھا، مگر جو بی بیان بہادر تھین، وہ میدان مین موجود تھین، پڑھ چکے ہو کہ حضرت فاطمہ زہراؓ، باپ کی مرہم پٹی کر رہی تھین، اور حضرت عائشہؓ

حضرت اُمِ سلیطؓ، اور حضرت اُمِ سلیمؓ اپنے کندھوں پر مشک بھر بھر کر لاتی تھین، اور زخمیون کو پلاتی تھین،

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلین، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے صاحبزادہ زبیرؓ سے بلا کر کہا کہ وہ حضرت حمزہؓ کی لاش جو ٹکڑے ٹکڑے پڑی تھی، نہ دیکھنے پائین، حضرت زبیرؓ نے آکر یہ کہا تو بولین، مین اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہون، لیکن خدا کی راہ مین یہ کوئی بڑی قربانی نہین، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دی، تو لاش پر گئین، خون کا جوش تھا، اور عزیز بھائی کے ٹکڑے .... بکھرے پڑے تھے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے سوا ان کی زبان سے اور کچھ نہین نکلا،

ایک انصاری بی بی کے باپ، بھائی، اور شوہر تینون اس لڑائی مین مارے گئے تھے، وہ حال جاننے کے لیے بے قرار ہو کر گھر سے نکلین، باری باری ان تینون سخت حادثون کی آواز اُن کے کانون مین پڑتی ہے، لیکن وہ ہر بار یہی پوچھتی ہین کہ ہمارے رسول کیسے ہین، جواب ملا خیریت سے ہین، اُن کو تسکین نہ ہوئی، پاس آکر چہرۂ مبارک دیکھا تو پکار اُٹھین، آپ خیریت سے ہین تو اور مصیبتین کچھ نہین،

شہیدون کے کفن کے لیے بھی غریب مسلمانون کے پاس کچھ نہ تھا، مدینہ کے پہلے امام اور مبلغ مصعبؓ بن عمیر کا جنازہ تیار تھا، ان کے کفن کا کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ انکا سر چھپایا جاتا تو پاؤن کھل جاتے، اور پاؤن چھپاتے تو سر کھل جاتا، آخر سر چھپا کر پاؤن پر گھاس رکھ دی گئی، یہ وہ منظر تھا کہ بعد کو بھی مسلمان جب اس واقعہ کو یاد کرتے تھے، تو رو دیتے تھے، شہیدون کو نہلائے بغیر اسی طرح خون سے رنگین قبرون مین

اُتارا گیا، اور بے کسی اور مظلومی کے یہ مجسمے زمین کے سپرد کر دیے گئے،

مسلمانون کو اس لڑائی مین گو جانون کا بڑا نقصان اٹھانا پڑا، لیکن جنگی نقطۂ نظر سے ان کی شکست ناتمام رہی، ڈر تھا کہ ابو سفیان کو اس کا خیال آیا تو ایسا نہ ہو کر دوبارہ حملہ کر دے، اس لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی حالت مین اس کا پیچھا کرنا ضروری سمجھا، اس مین یہ بھی مصلحت تھی کہ آس پاس کے قبیلے ایسا نہ سمجھین کہ مسلمانون کا زور ٹوٹ چکا، اب جو چاہے ان پر حملہ کر سکتا ہے، بہت سے مسلمان زخمون سے گو چور تھے، مگر جس وقت آپ نے خدا کا یہ حکم سنایا، ستر مسلمانون نے اس کام کیلیے اپنے کو پیش کیا، جن مین حضرت ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے،

ابو سفیان کو کچھ دور نکل جانے کے بعد خیال آیا کہ اس کا کام ادھورا رہ گیا لیکن خزاعہ کے رئیس معبد نے، جو دربردہ مسلمانون کے ساتھ تھا، اور شکست کی خبر سنکر مدینہ آیا تھا، واپس جا کر ابو سفیان سے کہا کہ مین دیکھتا آتا ہون کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سرو سامان سے تمھارے پیچھے آرہے ہین کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے، یہ سن کر ابو سفیان مکہ کو چلا گیا، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) حمراء پہنچکر مدینہ واپس چلے آئے،

یہودی خطرہ کو مٹانا

مدینہ مین اسلام کے لیے یہ تیسرا خطرہ تھا، اور یہ سب سے بڑھکر تھا، کیونکہ یہود دولت مین، تجارت مین، اور جنگی مہارت مین عربون سے بڑھ کر تھے، ان کا سلسلہ حجاز سے لے کر شام کے حدود تک پھیلا تھا، ان کے بیوپار اور کاروبار کے سبب سے سارے عرب پر اُن کا اثر تھا، اور وہ عرب مین مذہبی روایات اور علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، مدینہ اور اس کے .... پاس کے شہرون اور آبادیون مین اُن کو اپنی دولت، وجاہت اور تجارت کی وجہ سے بڑی قوت حاصل تھی، اور سب اُن کے سرمایہ داری کے بوجھ کے نیچے دبے تھے، اوس اور خزرج کے کسان اور مزدور جو پیدا کرتے تھے، وہ سب ان کے قلعون اور کوٹھیون کے نذر ہو جاتا تھا عربون کی ملکیت یہودیون کے ہاتھون گرو رہتی، اور اس لیے وہ اپنی محنت کا پھل نہین پاتے تھے، یہودیون کا ایک قبیلہ جو بنی قینقاع کہلاتا تھا، وہ سونے، چاندی اور سوناری کا کام کرتا تھا، ان کا دوسرا قبیلہ بنی نضیر تھا، اور تیسرا بنی قریظہ کہلاتا تھا، انھون نے ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا، ساری آبادی ان کے قرضون سے زیر بار تھی، اور چونکہ اکیلے وہی دولت کے مالک تھے، اسلیے بڑی بے رحمی سے سود کی بڑی بڑی شرحین مقرر کرتے، اور قرضہ کی کفالت مین لوگون کے بال بچے یہانتک کہ عورتون کو رہن رکھواتے تھے،

جب اسلام کا مرکز مکہ سے ہٹ کر مدینہ چلا آیا، تو یہودی جیسا کہ شروع مین بتایا جا چکا ہے، پہلے پہلے بہت خوش ہوئے، کیونکہ اسلام جو کچھ کہتا تھا، وہ سب ان کی کتابون مین تھا، وہ اُن کی آسمانی کتابون کی تائید اور ان کے پیغمبرون کی تصدیق کرتا تھا، اور اس سے اُن کو یہ امید تھی کہ عربون کی یہ نئی تحریک ان کے اقتدار کو اور بڑھائے گی، اور اس لیے وہ اسلام سے اتحاد اور معاہدہ کے لیے آگے بڑھے، اور دشمنون کے حملہ کی صورت مین مدینہ کے بچاؤ کا قول و قرار کیا. اور سمجھے کہ عربون کی یہ نئی طاقت یہودیون مین جذب ہو کر رہ جائے گی،

لیکن اُن کو سال کے اندر ہی اندر یہ معلوم ہونے لگا، کہ یہ نئی تحریک ایک مستقل طاقت ہے، جس کو اگر پہلے ہی کچل نہ دیا گیا تو ان کے سارے اقتدار اور بیوپار کا خاتمہ کر دے گی، اب یہ ہوا کہ بجائے اس کے کہ وہ اسلام کی طرف اس لیے بڑھتے کہ وہ انہی کے اصلی دین کو لے کر آیا تھا، وہ رُکنے لگے، اس پر بے جا اعتراضون کی بھرمار کرنے لگے، سامنے کچھ اور پیچھے کچھ کہتے اور پورا زور لگاتے کہ اسلام کی طرف سے لوگون کے دل پھر جائین، مگر اس مین ان کو کامیابی نہین ہوئی، بلکہ خود یہودیون سے جو لوگ کچھ بھی حق اور انصاف چاہتے تھے، کھلم کھلا مسلمان ہو گئے، اور کچھ نے مسلمان ہو کر اپنی دولت بھی اسلام کی راہ مین دے دی،

یہ صورتِ حال تھی کہ قریش اور مسلمانون مین لڑائی کے آثار ظاہر ہونے لگے، اب انھون نے قریش سے اور قریش نے ان سے ساز باز شروع کی، ایک ہی سال کے بعد بدر کا واقعہ پیش آیا، اور مسلمانون نے فتح پائی، یہ یہودیون کے لیے خطرہ کی گھنٹی تھی، وہ چوکنے ہو گئے، اور کھل پردہ سے درست ہونے لگے مسلمانون

نے یہ دیکھا تو اُن کو سمجھایا، اور اُن کو اُن کا قول و قرار یاد دلایا، اور نہ ماننے کی صورت مین دھمکی دی، کہ جو قریش کا حال ہوا وہی تمھارا ہوگا، یہود نے کہا، ہم کو قریش نہ سمجھنا وہ لڑائی بھڑائی کے آدمی نہ تھے، ہمارے پاس لڑائی کے پورے سامان اور ہتھیار ہین، اور ہمارے بڑے بڑے قلعے ہین، ان قلعوں سے سر ٹکرانا آسان نہین،

یہودیون کو معلوم تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ساری طاقت کا راز مدینہ کے دو قبیلون اوس اور خزرج کا اسلام کے جھنڈے تلے آکر ایک ہو جانا تھا، انھون نے یہ کیا کہ ان کی مجلسون مین بیٹھ کر ان دونون کی آپس کی لڑائیون کا جو اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے خلاف لڑے تھے، تذکرے چھیڑنے لگے، تاکہ دونون کی عداوت کے پرانے جذبے ابھرین، اور ان کے اسلام کے اتحاد کا رشتہ ٹوٹ جائے، ایک دفعہ ان کی اسی چال سے یہان تک ہوا کہ یہ دونون قبیلے بھر کٹنے مرنے کو تیار ہوگئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر ہوئی، تو آکر دونون کو سمجھایا، اور اس طرح یہ فتنہ دبا،

مدینہ مین منافقون کا جو گروہ تھا، اس کا یہودیون سے میل تھا، منافقون کا سردار عبد اللہ بن اُبی یہودیون کے قبیلۂ بنی نضیر اور بنی قینقاع کا ساتھی تھا،

یہودیون مین سب سے لڑاکا اور بہادر قبیلہ بنی قینقاع تھا، بدر کی فتح نے اس کو چونکا دیا، اس نے چاہا کہ شروع ہی مین اسلام کی طاقت کو ابھرنے سے روکا جائے، چنانچہ یہود اور مسلمانون مین صلح کا جو قول و قرار تھا، اس کو توڑ کر اسی نے پہلے شرارت کی پہل کی،

بنی قینقاع سے لڑائی (شوال سنہ ۲ھ) شوال سنہ ۲ھ مین ایک اتفاقی واقعہ نے چنگاری کو اور بھڑکا دیا، ایک مسلمان بی بی

بنی قینقاع کے محلہ مین کسی کام سے اُن کی دکان مین گئی، انھون نے اسکو چھیڑ کر بے حرمت کیا، یہ دیکھ کر ایک مسلمان آپے سے باہر ہوگیا، اور اس یہودی کو مار کر گرا دیا، یہودیون نے اس مسلمان کو مار ڈالا، اس واقعہ نے بلوہ کی صورت اختیار کر لی مسلمانون نے پہلے ان کو بہت سمجھایا، مگر ان کو اپنے ہتھیارون اور قلعون پر اتنا ناز تھا کہ وہ صلح پر تیار نہین ہوئے، اب مسلمانون نے ان کو بغل کا گھونسہ سمجھ کر سب سے پہلے ان سے نپٹنا ضروری سمجھا،

لڑائی کا اعلان ہوا تو بنی قینقاع نے اپنا قلعہ بند کر کے مقابلہ کیا مسلمانون نے ان کے قلعہ کو گھیر لیا، اور پندرہ دن تک گھیرے رہے مسلمانون کی یہ طاقت دیکھ کر قلعہ والے گھبرا گئے، آخر اس پر راضی ہوئے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو فیصلہ کرین، وہ ہم کو منظور ہے، عبداللہ بن اُبیّ نے جو ان کا حلیف تھا، آکر آنحضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ ان کی اتنی ہی سزا بہت ہے، کہ وہ یہان سے نکال دیے جائین، آپ نے منظور فرمایا، اور بنی قینقاع بھی اس پر رضامند ہوگئے اور اپنی ساری زمین اور جائداد چھوڑ کر شام کے ملک مین چلے گئے۔

مسلمان مبلغون کا بیدردانہ قتل

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دین لے کر آئے تھے، اس کے لیے لڑائی بھڑائی اور لوٹ مار کی کوئی ضرورت نہ تھی، مگر یہان تک جو حال پڑھ آئے ہو، ان سے سمجھ گئے ہو گے کہ جاہل اور نادان عرب کسی طرح مسلمانون کو صلح اور امن وامان سے رہنے نہین دیتے تھے، پہلے تو اکیلے قریش سے لڑائی تھی، انہی خطرون مین گھر کر جس طرح بن پڑتا تھا مسلمان اس دین کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت کر رہے تھے، اور اب یمن کے کنارون اور بحرین کے علاقون تک مین یہ تعلیم چپکے چپکے قبول کی جا رہی تھی،

صفر سنہ ۴ھ مین قبیلۂ کلاب کے رئیس نے خواہش کی کہ چند مسلمان داعیون کو میرے ساتھ کر دیجئے، کہ وہ میری قوم مین جا کر اسلام کو پھیلائین، اور لوگون کو مسلمان بنائین، آپ نے فرمایا، مجھے نجد کی طرف سے ڈر ہے اس نے کہا "ان کا مین ضامن ہون"، اس پر اعتبار کر کے آپ نے ستر انصاری مبلغون اور معلمون کو اس کے ساتھ کر دیا، بنی سلیم کے علاقہ مین معونہ نام ایک کنوین کے پاس پہنچکر اس نہتے دستہ نے جس کا مقصد امن وسلامتی کی اشاعت کے سوا اور کچھ نہ تھا، پڑاؤ کیا، اس اطراف کے رئیس عامر بن طفیل نے آکر ایک کے سوا سب کو گھیر کر قتل کر دیا، یہ ایک عمرو بن اُمیہ تھے، جنھون نے مدینہ آکر اپنے ساتھیون کی مظلومی کی کہانی سب کو سنائی،

انہی دنون مین عضل اور قارہ کے چند آدمی آپ کی خدمت مین آئے کہ ہمارے

قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، آپؐ چند مسلمانون کو ہمارے ساتھ کر دیجیے، جو ہمارے
ہان جاکر ہم کو اسلام کی باتین سکھائین، آپؐ نے دس آدمی ساتھ کر دیے، جب یہ ننھا
قافلہ رجیع کے مقام پر پہنچا، تو ان ظالمون نے اپنا عہد توڑ دیا، بنی لحیان کے دوسو تیر
چلانے والون نے ان کو گھیر لیا، چند گنتی کے مسلمان ایک ٹیکرے پر چڑھ گئے، اور دو
کے سوا سب خدا کی راہ مین مارے گئے، جو دو بچ گئے، وہ خبیبؓ اور زیدؓ تھے، ان
کو انھون نے پکڑ کر مکہ لے جاکر قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا، خبیبؓ نے اُحد کی لڑائی مین
حارث بن عامر کو مارا تھا، اس لیے حارث کے لڑکون نے ان کو خرید لیا، اور اپنے
باپ کے بدلہ مین اُن کو سولی دیکر مار ڈالا، سولی پانے سے پہلے انھون نے اپنے قاتلون
سے اجازت مانگی کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لین، انھون نے اس کی اجازت دی، تو
انھون سنے اس کی اجازت دی، تو انھون نے دو رکعت نماز ادا کی، اور اس وقت
سے یہ مسلمان شہیدون کی رسم قرار پا گئی، سولی پاتے وقت یہ شعر اُن کی زبان پر تھا،

"جب مین اسلام کی راہ مین مارا جا رہا ہون تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں
کہ مین کس پہلو پر مارا جاؤن گا"

زیدؓ کو ایک دوسرے قریشی نے اس لیے خریدا تھا کہ مکہ کے تماشائیون کے
سامنے اس کے قتل کا رنگین تماشا دکھائے گا، جب قاتل تلوار لے کر آگے بڑھا، تو
ابوسفیان نے پوچھا، سچ کہنا، اگر اس وقت تمھارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل
کیے جاتے تو تم خوش نہ ہوتے، بولے خدا کی قسم! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تلوون
کو کانٹون سے بچانے مین میری جان بھی کام آتی، تو میری سعادت تھی، اس فقرہ
کے ساتھ ایک تلوار گری، اور ان کا سر دھڑ سے الگ تھا، اللہ اکبر، ان خدا کے

بندون پر حق کیسا چھایا تھا،

ابن ابی الحقیق کا خاندان یہودیون مین ابن ابی الحقیق کا خاندان سب سے دولت مند تھا، بڑے بڑے یہودی عالم اس کے گھر سے تنخواہین پاتے تھے، اسلام کی دشمنی مین اس خاندان کے کئی بڑے بڑے لوگ سب سے آگے تھے، کعب بن اشرف اس خاندان کا نواسہ تھا، اس کا باپ عرب اور مان اس خاندان کی یہودن تھی، اس لیے عربیون اور یہودیون دونون مین اس کا اثر تھا، اس کے سودی کاروبار کا یہ حال تھا کہ وہ عربون کے بال بچون اور بیبیون تک کو قرض مین گرو رکھتا تھا، بدر کا واقعہ پیش آیا، تو اس کو رنج ہوا، شاعر بھی تھا، اس نے اس واقعہ پر پُر اثر شعر لکھے، اور خود مکہ جا کر قریش کے سردارون سے ملا، اور ان کو بدر کا بدلہ لینے پر تیار کیا، مدینہ واپس آیا تو شریف انصاری بی بیون کے نام لے لے کر اپنے شعرون مین ان سے عشق کا اظہار کرتا، اس سے انصار مین برہمی پھیلی، اور آخر ایک انصاری محمدؓ بن سلمہ نے جا کر اس کو مار ڈالا، یہ ربیع الاول ۳ھ کا واقعہ ہے، یہود کے دوسرے بڑے بڑے آدمی جو اسلام کے دشمن تھے، ابو رافع سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع اور حیی بن اخطب تھے، جو بنی نضیر مین سے تھے،

بنی نضیر کی جلا وطنی (ربیع الاول ۴ھ) بنو نضیر یہودیون کا دوسرا طاقتور قبیلہ تھا، اب اس نے قریش سے سازباز شروع کی، اور ان کو مدینہ کے کمزور حصّون کی اطلاع دینے لگے، ان سے اور مسلمانون سے معاہدہ تھا، اس معاہدہ کی رو سے اگر کسی مسلمان یا بنی نضیر کے کسی آدمی کے ہاتھ سے کوئی مارا جاتا، تو دوسرے پر بھی اس کے خون کا روپیہ ادا کرنا ضروری تھا، بنی عامر کے دو

آدمی ایک جنگی غلطی سے ایک مسلمان کے ہاتھ سے اتفاق سے مارے گئے حالانکہ ان کے
پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امن نامہ موجود تھا، ان مقتولون کے خون کا روپیہ
مسلمانون پر واجب ہوا مسلمانون نے بنو نضیر سے بھی اس شرکت کی خواہش کی،
اور اسی لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے محلہ مین آگئے، ظاہر مین تو انھون نے
بڑی مستعدی دکھائی اور شرکت پر آمادگی ظاہر کی، لیکن چھپکر انھون نے چاہا کہ رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو ایک دیوار کے نیچے کھڑے تھے، اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا کر مار دین
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسکی خبر ہو گئی اور سیدھے اکیلے اٹھ کر مدینہ چلے آئے،

بنو نضیر نے کہلا بھیجا کہ آپ تیس آدمیون کو لے کر آئین، ہم بھی اپنے عالمون
کو لے کر آئین گے، اگر وہ آپ کی بات مان لین گے، تو ہم کو کوئی عذر نہ ہو گا، آپ نے
جواب دیا، کہ جب تک تم ایک عہدنامہ نہ لکھ دو، ہم کو تم پر اعتبار نہین، لیکن وہ اس
پر راضی نہ ہوئے، یہود کا تیسرا قبیلہ جو بنی قریظہ کہلاتا تھا، آپ نے ان سے بھی دوبارہ
نئے عہدنامہ کی درخواست کی، اور اس نے قبول کیا، اب بنی نضیر نے بھی کہلا بھیجا
کہ ہم کو بھی یہ منظور ہے کہ آپ تین آدمی لے کر ہمارے ہان آئین، آپ نے منظور
فرمایا، لیکن راہ مین آپ کو معلوم ہو گیا، کہ یہود تلوارین باندھ کر تیار ہین، کہ جب آپ
تشریف لائین، تو آپ کو قتل کر دین، آپ پھر واپس چلے آئے۔

بنی نضیر بڑے بڑے قلعون کے مالک تھے، جن پر ان کو ناز تھا، اور مدینہ کے
منافق بھی ان کو شہ دے رہے تھے، اور کہلا بھیجتے تھے کہ تم دبنا نہین، بنی قریظہ تمھارا
ساتھ دین گے، اور ہم بھی دو ہزار کی جمعیت سے تیار ہین،

مسلمانون کو یہ حال معلوم ہوا، تو پیش بندی کر کے آگے بڑھے، اور بنی نضیر کے

قلعہ کو گھیر لیا، اور پندرہ روز تک گھیرے پڑے رہے، آخر وہ اس شرط پر راضی ہوئے
کہ جس قدر مال واسباب اونٹون پر لے جا سکین لے جائین، اور مدینہ سے باہر نکل جائین
چنانچہ سب گھرون کو چھوڑ کر اور اپنا مال واسباب لاد کر نکل گئے، اور ان مین سے انکے کئی
بڑے بڑے رئیس ابورافع سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع اور حیی بن اخطب
بھی خیبر چلے گئے،

خندق یا احزاب کی لڑائی

(ذیقعدہ ۵ھ)

بنو نضیر مدینہ سے نکلنے تو نکل گئے، مگر خیبر پہنچکر انھون نے اپنی سازشون کا جال سارے ملک عرب مین پھیلا دیا، ان کے رئیسون نے مکہ جا کر قریش کو تیار کیا قبیلہ غطفان کو خیبر کی آدھی پیداوار کا لالچ دلا کر اپنے ساتھ ملایا، بنی اسد ان کے حلیف تھے، وہ بھی اٹھے، غرض دس ہزار کی بھاری فوج مدینہ کی سمت روانہ ہوئی،

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب اس کا پتہ چلا تو مسلمانون سے مشورہ کیا، مسلمانون کو احد کی لڑائی کا تجربہ ہو چکا تھا، حضرت سلمان فارسیؓ چونکہ ایران کے تھے، اس لیے ایران کے جنگی طریقون سے کچھ واقف تھے، انھون نے رائے دی کہ شہر کے تین رخ تو مکانون، اور نخلستانون سے گھرے ہوئے ہین، صرف ایک طرف کھلا ہوا ہے، ادھر خندق[۱] (گڈھا) کھود لی جائے، تاکہ دشمن اس سمت سے شہر مین گھسنے نہ پائین، یہ رائے سب نے مان لی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) تین ہزار مسلمانون کے ساتھ باہر نکلے، اور خندق کھودنے کی تیاری شروع کر دی، تین ہزار متبرک ہاتھون نے بیس دن مین یہ کام پورا کیا، اور اس طرح پورا کیا کہ خود خدا کا رسول بھی ان مین ایک عام

[۱] یہ فارسی لفظ کندہ کا معرب ہے۔

مزدور کی طرح کام کر رہا تھا کبھی کئی دن فاقے سے گذر رہے تھے، اس پر اسلام کے شیدائیون کا جوش ٹھنڈا نہین ہوتا تھا، ہاتھون سے مٹی کھودتے اور پیٹھون پر اسکو لاد لادکر پھینکتے تھے، اور آواز مین آواز ملا کر یہ شعر گاتے تھے،

ہم ہین جنھون نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اس پر بیعت کی ہے کہ

جب تک جان مین جان ہے، ہم خدا کی راہ مین لڑتے جائین گے"

دشمن اب قریب آگیا تھا، اس کے قریب آنے کی خبرین سُن سُن کر بزدل منافقون کے ہوش اڑے جا رہے تھے، جھوٹے بہانے کر کر کے اپنے گھرون کو لوٹ رہے تھے، یہود کا اب صرف ایک تیسرا قبیلہ بنو قریظہ مدینہ کے پاس رہتا تھا، اس کی روش صاف نہ تھی، اسلیے دو سو آدمیون کا دستہ ان کی دیکھ بھال کے لیے الگ کر دیا گیا تھا،

بنو قریظہ ابتک کھل کر سامنے نہین آئے تھے، بنی نضیر کا یہودی سردار حیی بن اخطب جواب خیبر جا بسا تھا، دشمنون کی فوج کے ساتھ آیا تھا، اس نے بنو قریظہ کے سردار کو جو مسلمانون سے معاہدہ توڑنے پر اس لیے آمادہ نہین ہو رہا تھا کہ یہ باہر کے لوگ تو چلے جائین گے، پھر مسلمانون کو اکیلے ہمین سے نپٹنا پڑے گا، یہ کہکر ملا لیا کہ مین اس وقت محمدؐ کے خلاف سارے عرب کو اٹھا کر لایا ہون، ان کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کا موقع پھر اس سے بہتر ہاتھ نہین آئے گا، اس دلیل سے لاچار ہو کر وہ بھی دشمنون سے مل گیا، اور حیی نے اس کو یقین دلایا کہ اگر قریش اور غطفان تم کو بے بلا و مددگار چھوڑ کر چلے جائین گے، تو ہم تمھارا ساتھ دین گے،

کفار بیس دن تک مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے پڑے رہے، اور شہر پر حملہ کرنے کی کوئی راہ نہین پاتے تھے، ایک جگہ خندق کی چوڑان کم تھی، ایک دن انھون نے

بڑی تیاری کرکے اسی رخ سے حملہ کرنا چاہا، عمرو بن ودّ جو قریش کا سب سے بڑا بہادر تھا، گھوڑا کودا کر اس پار آگیا، ادھر سے ذوالفقار والا ہاتھ بڑھا، اور ایک ہی وار میں تلوار شانہ تک اتر آئی، حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان ہوگیا،

حملہ کا یہ دن بڑا سخت گذرا، دشمن ہر طرف سے تیر اور پتھر برسا رہے تھے، عورتیں، جس قلعہ میں محفوظ تھیں، وہ بنی قریظہ کے پاس تھا، بنو قریظہ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان تو ادھر پھنسے ہیں، ادھر اس خالی قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک پر پہنچ چکا تھا، کہ حضرت زبیرؓ کی ماں صفیہؓ جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی تھیں، آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا، اور اس کا سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیا، یہ دیکھ کر بنی قریظہ سمجھے کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج ہے، اس لیے ادھر ہمت نہ کی،

محاصرہ جتنا طول پکڑتا جاتا تھا، دشمنوں کا میل ملاپ آپس میں کم ہوتا جاتا تھا غطفان کا قبیلہ مدینہ کی کچھ پیداوار سالانہ لے کر لوٹنے پر آمادہ تھا، اس کے ایک رئیس نے جو در پردہ مسلمان ہو چکے تھے، مگر ان کا مسلمان ہونا ابھی سب کو معلوم نہ تھا، قریش اور یہود سے جا کر الگ الگ ایسی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی، خدا کا کرنا کہ انہی دنوں میں ایک رات کو ایسی تیز آندھی چلی کہ دشمنوں کے خیموں کی رسیاں اکھڑ اکھڑ گئیں، کھانے کی ہانڈیاں چولھوں پر الٹ الٹ جاتی تھیں، سردی میں ہوا کی اس تیز یلغار نے بھی کفار کے دل کپکپا دیے،

ان سب باتوں نے مل جل کر ساتھی فوجوں (احزاب) کے پاؤں اکھاڑ دیے، بنی قریظہ ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے گئے، غطفان بھی روانہ ہو گئے، یہ دیکھ کر قریش بھی ناچار محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے، اور مدینہ کا کنارہ بیس بائیس دن تک غبار میں اٹکر پھر صاف ہو گیا

بنی قریظہ کا خاتمہ

بنی قریظہ نے ایسے نازک موقع پر مسلمانون کے ساتھ جو بدعہدی کی وہ معاف کرنے کے قابل نہ تھی، حُیَیّ بن اخطب جو عربون کے اس جتھے کا بانی تھا، بنی قریظہ کے ساتھ ان کی امان مین تھا، اسلئے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کفار کی اس متحدہ فوج کا شیرازہ بکھرنے کے ساتھ ہی بنو قریظہ کی طرف رخ کیا، ان کے قلعے بند ہو گئے، مسلمان ایک مہینہ تک ان کا گھیرا کیے پڑے رہے، آخر انھون نے درخواست کی کہ ان کا معاملہ ان کے حلیف قبیلہ اور اس کے مسلمان سردار سعد بن معاذؓ کے سپرد کیا جائے، وہ جو فیصلہ کرین ان کو خوشی سے منظور ہوگا، سعد بن معاذؓ خندق کی لڑائی مین ایک تیر کا زخم کھا کر نڈھال ہو رہے تھے، پھر بھی وہ آئے، ان کے قبیلہ کے لوگ یہ چاہتے تھے، کہ ان کی خطا معاف کر دیجائے، مگر سعدؓ نے نہ مانا، اور یہ فیصلہ کیا کہ ان مین جو لڑنے کے قابل ہون وہ قتل کر دیے جائین، اور عورتین اور بچے قید ہون اور مال و اسباب مسلمانون مین تقسیم کر دیا جائے، اسی فیصلہ پر عمل ہوا، اور یہود کے اس تیسرے قبیلہ کا بھی خاتمہ ہوا، اور ان سرمایہ دارون کی زمینین اور جائدادین غریب کام کرنے والے مسلمانون مین بانٹ دی گئین،

اسلام قانون کی صورت مین

اسلام جس دن سے دین بنکر آیا، اسی دن سے وہ سلطنت بھی تھا، دین اور دنیا کی الگ الگ تمیز اس کی تعلیم مین نہین، دنیا کی زندگی مین خدا اور اس کی مخلوقات کے جو فرض ہم پر ہین، ان کو خوبی کے ساتھ ادا کرنا ہی دین ہے، اس لیے حکومت اور سلطنت ہمارے دین سے کوئی الگ چیز نہین، مدینہ منورہ جیسے اسلام کا مرکز تھا اس کی سیاسی قوت کا مرکز بھی بنتا جاتا تھا، اسلام جہانتک پھیلتا تھا، وہانتک اسکی حکومت کی حد بڑھ کر امن وامان قائم ہو جاتا تھا، چوریان موقوف ہو جاتی تھین، ڈاکے بند ہوجاتے تھے، بدکاریان مٹ جاتی تھین، اور عربون کی بے نظام زندگی کی جگہ اسلام کی مرتب زندگی شروع ہو جاتی تھی، امام، موذن، محصل اور قاضی مقرر ہونے لگتے تھے، اور اسلامی قانون کی حکومت سب پر ایک ساتھ جاری ہو جاتی تھی،

اسلام نے شروع شروع مین صرف عقیدون کی درستی پر زور دیا، جب یہ مقصد کچھ کچھ حل نکلا، تو خدا کی عبادت وطاعت کا سبق پڑھایا، جب طبیعتین ادھر بھی متوجہ ہوئین تو اسلام کا قانون اترنے لگا۔

اس سے پہلے تو یہ حال تھا کہ باپ مسلمان تو بیٹا کافر، ماں اسلام لائی ہے تو بیٹی کافرہ ہے، شوہر مسلمان ہو چکا مگر بیوی ابھی تک کفر کی حالت مین ہے، بدر کے بعد مسلمانون مین اطمینان کی خاندانی زندگی پیدا ہونے لگی، اور لڑائیون کے سبب

مارے جانے والون کی تعداد بھی بڑھی ہوگی، اس لیے سنہ ۳ھ مین وراثت کا قانون اترا، لڑکیان جو عربون مین ترکہ پانے کا حق نہین رکھتی تھین، اسلام نے ان کو بھی ان کا جائز حق دیا، اب تک مشرک عورتون سے مسلمان نکاح کر لیتے تھے. اب وہ موقع آیا کہ گھر کی اندرونی زندگی کے سکھ اور چین کے لیے ان سے نکاح ناجائز ٹھہرا،

سنہ ۴ھ مین بدکاری کی روک تھام کے لیے مجرم کو پتھرون سے مار ڈالنے کا حکم جو توراۃ مین تھا، جاری کیا گیا، بعضے کہتے ہین کہ شراب کا پینا پلانا بھی اسی سال بند ہوا،

عرب مین منہ بولے بیٹون کا رواج تھا جن کو متبنّیٰ کہتے ہین، اور جن کے ساتھ حقیقی بیٹون کا معاملہ کیا جاتا تھا، اور ان کی بیویان حقیقی بہوین سمجھی جاتی تھین، سنہ ۵ھ مین اسلام نے اس وہمی نسب کا خاتمہ کیا، جاہلیت کے زمانہ مین عورتین بناؤ سنگار کر کے میلون ٹھیلون مین اور مردون کی محفلون مین بے روک ٹوک آتی جاتی تھین، جن سے معاشرت کی بدنامی تھی، اسلام نے سنہ ۵ھ مین ان باتون کی مناسب اصلاحین کین، گھر سے نکلین تو ایک بڑی چادر اوڑھ لین، سینہ پر آنچل ڈالین، گھونگرو، اور بجنے والے زیور پہن کر دھماکے سے نہ چلین، مردون سے لوچ کے ساتھ باتین نہ کرین، کوارون کے لیے بدکاری کی سزا سو کوڑے مقرر ہوئی، بعض قسم کی طلاقون کی اصلاح کی گئی،

اسلام کیلئے دو روک

آج سے کچھ سال پہلے اسلام کے راستہ مین مشکلون کا پہاڑ کھڑا تھا، لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعجاز، اخلاق، اور تدبیر اور مسلمانون کے اخلاص، ایثار، اور کوششون سے وہ ایک ایک کرکے دور ہوگئین، اور اب اسلام کی ترقی کی راہ مین دو ہی روک رہ گئے، ایک مکہ کے مشرک اور دوسرے خیبر کے یہود۔

مکہ کے مشرکون سے حضورؐ صرف یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام کو امن و امان سے آگے بڑھنے دین، اور جو لوگ خوشی سے اس حلقہ مین آنا چاہین ان کو یہ موقع دیا جائے مکہ مین غریب اور کمزور مسلمان بچون، عورتون اور بے بس مسلمانون کو جو نظر بند کر رکھا ہے، ان کو مدینہ آنے دیا جائے، اور مسلمانون کو مکہ آنے جانے اور کعبہ کے طواف اور حج کی آزادی ملے،

خیبر کے یہودیون سے اتنا ہی چاہا جاتا تھا، کہ اگر اسلام کے دین مین آنا نہین چاہتے تو وہ اس کی سیاسی طاقت کے آگے سر جھکا دین تاکہ ملک مین ایک قسم کا نظام کھڑا کیا جا سکے،

حُدَیبیہ کی صلح

(ذیقعدہ سنہ ۶ھ)

اب مسلمانون کی بڑی خواہش تھی کہ وہ مکہ جاکر خانہ کعبہ کے طواف اور زیارت سے اپنی آنکھین ٹھنڈی کرین جس کے دیدار سے وہ سالہا سال سے محروم کردیے گئے تھے، اسی ارادہ سے آپ چودہ سو مسلمانون کو ساتھ لیکر مکہ کو روانہ ہوئے، لڑائی کی نیت بالکل نہ تھی، ممانعت تھی کہ تلوارون کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ لیا جائے اور تلوارین بھی نیام مین ہون، قربانی کے اونٹ ساتھ تھے، اور عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ جو سفر ایسی مقدس غرض سے کیا جائے، اس مین لڑنا کیا، تلوار اٹھانا بھی جائز نہین،

جب آپ مکہ کے قریب پہنچے، تو ایک مخبر کو حال دریافت کرنے کے لیے مکہ بھیجا، وہ خبر لایا کہ قریش ایک بڑی جمعیت ساتھ لے کر مسلمانون کو روکنے کی غرض سے آگے بڑھ رہے ہین، آپ راستہ کترا کر حدیبیہ کے مقام پر اتر پڑے، اور ایک سفیر قریش کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا، کہ ہم صرف عمرہ[۱] ادا کرنے آئے ہین، لڑنا مقصود نہین، اور بہتر یہ ہے کہ قریش تھوڑی مدت کے لیے ہم سے صلح کا

---

[۱] ایک چھوٹا حج

معاہدہ کرلین، اور مجھکو عرب کے ہاتھون مین چھوڑ دین،

سفیر نے قریش کے سردارون کے سامنے جاکر یہ تقریر کی، عروہ بن مسعود ثقفی ایک نیک دل سردار نے قریش سے کہا، کیا تمھین مجھ سے کوئی بدگمانی تو نہین، انھون نے کہا نہین، تب اس نے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ محمدؐ سے مل کر اس معاملہ کو طے کرون، لوگون نے رضامندی ظاہر کی، تو وہ حضورؐ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور قریش کا پیغام سنایا، عروہ نے یہان پہنچکر مسلمانون کے روحانی انقلاب کا جو تماشا دیکھا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ان کی حیرت سے بھری عقیدت کا جو حال اس کے دیکھنے مین آیا، اس نے اس کے دل پر بڑا اثر کیا، قریش سے جاکر کہا، کہ مین نے قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہین، عقیدت اور محبت کی یہ تصویر مجھ کو کہین نظر نہین آئی، محمدؐ بات کرتے ہین تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی ادب سے نظر بھر کر ان کی طرف نہین دیکھتا، وضو کرنے مین جو قطرے گرتے ہین، عقیدتمند ان کو لے کر ہاتھ اور چہرہ پر ملتے ہین،

اس پر بھی بات ناتمام رہی، آپؐ نے پھر ایک سفیر بھیجا، قریش نے اس پر حملہ کیا، لیکن وہ بچ گیا، اب قریش نے لڑنے کو ایک دستہ آگے بھیجا، مسلمانون نے اس کو پکڑ لیا، لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چھوڑ دیا، اور معافی دے دی، اور حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا، وہ اپنے ایک عزیز کی حمایت مین مکہ گئے، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام سنایا، قریش نے ان کو قید کر لیا، اور مسلمانون تک یہ خبر پہنچی، کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے، مسلمانون مین بڑا جوش پیدا ہوا، آپؐ نے فرمایا عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے، یہ کہکر ببول کے ایک درخت کے نیچے

بیٹھ گئے، اور صحابہؓ سے جان نثاری کی بیعت لی، اسی کا نام "بیعتِ رضوان" ہے، یعنی خدا کی خوشنودی کی بیعت، کیونکہ اس کے بارہ میں خدا نے قرآن میں اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی۔

بعد کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر صحیح نہ تھی، لیکن مسلمانوں کے اس جوش و خروش اور صداقت کا یہ اثر ہوا کہ قریش بہت ڈر گئے، انھون نے بھی اپنا ایک سفیر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا، اور پہلی شرط یہ پیش کی کہ مسلمان اس سال واپس جائین، اور اگلے سال آئین، اور تین دن رہ کر واپس جائین، کچھ ردّ و بدل کے بعد دس سال کے لیے لڑائی موقوف ہوئی، اور یہ شرطین منظور ہوئین، کہ مسلمان اس سال واپس جائین، اور اگلے سال تین دن کے لیے آئین، تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو، اور تلوارین بھی میان مین ہون، جاتے وقت مکہ مین جو مسلمان رہ گئے ہین انکو اپنے ساتھ نہ لے جائین، قریش مین سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے، اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے، عرب کے قبیلون مین سے جو جس فریق کے ساتھ چاہے، معاہدہ مین شریک ہو جائے، اس معاہدہ کے بعد مسلمان مدینہ واپس چلے آئے،

اسلام کی جیت

معاہدہ کی یہ شرطیں گو ظاہر میں کڑی تھیں، اور اسی لیے جوش میں بھرے ہوئے کچھ مسلمانوں کو اُن کے ماننے میں تامل ہو رہا تھا، مگر جب خود خدا کا رسولؐ ان کو مان چکا تھا، تو پھر کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی تھی، چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہو گیا، کہ یہ شرطیں اسلام کے حق میں بے حد فائدہ کی تھیں،

اب تک مسلمان جس اصول کی خاطر قریش سے مقابلہ کر رہے تھے، وہ یہ تھا کہ اسلام کو اپنی اشاعت کی آزادی کا حق ملے، اور قریش اس راہ کے روڑا نہ بنیں، قریش کو اس کے ماننے سے اب تک انکار تھا، حدیبیہ کی صلح نے اس اصول کو منوا لیا، اور اسلام کو اپنی اشاعت کی آزادی کا حق مل گیا، اور یہی اس کی جیت تھی، خود خدا نے قرآن میں آیت اتاری:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ ہم نے تجھے کھلی ہوئی فتح عنایت کی،

دنیا کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت[1]

(سنہ ۶ھ)

اسلام کو اپنی زندگی کے انیسویں برس یہ موقع ملا کہ وہ دنیا کو اطمینان کے ساتھ اپنا پیغام سنا سکے۔ اس زمانہ میں لوگ اپنے اپنے رئیسوں اور بادشاہوں کے تابع ہوتے تھے، جو وہ کرتے تھے، وہ سب کرتے تھے، اس لیے آپؐ نے ایک دن مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا، لوگو! خدا نے مجھے ساری دنیا کی رحمت بنا کر بھیجا ہے، اب وقت آیا ہے کہ تم اس رحمت کو دنیا والوں میں بانٹو، اٹھو! اور حق کا پیغام ساری دنیا کو سناؤ

اس کے بعد آپؐ نے اپنے ساتھیوں میں سے چند ہوشیار مسلمانوں کو چنا، اور ان کو اسلام کی دعوت کے خط دے کر آس پاس کے رئیسوں اور بادشاہوں کے پاس بھیجا، عرب کے رئیسوں کو چھوڑ کر عرب سے ملی ہوئی بادشاہتیں یہ تھیں، حبشہ، ایران روم، مصر۔

حبش کے بادشاہ نے اسلام قبول کیا، ایران کے شہنشاہ نے اس خط کو غصہ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، آپؐ نے فرمایا، اللہ یوں ہی اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرے گا، یہ پیشین گوئی حرف حرف پوری ہوئی۔ مصر کے بادشاہ نے گو اسلام قبول

---

[1] بلاوا

نہین کیا لیکن حضورؐ کے خط کا جواب شایستگی سے دیا، روم کا قیصر اس وقت ساری مشرقی عیسائی دنیا کا بادشاہ تھا، اس نے خط پاکر حکم دیا کہ حجاز کے سوداگر اگر کہین ملین تو ان کو بلواؤ، کیا عجیب بات ہو کہ اس کام کے لیے وہ شخص ہاتھ آیا، جو اس وقت اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا یعنی ابوسفیان، ابوسفیان اپنے چند ساتھیون کے ساتھ قیصر کے دربار مین حاضر کیئے گئے، قیصر نے ان سے کہا، مین تم سے کچھ پوچھتا ہون، تم مین سے ایک آدمی جواب دے، اور باقی نہین، اگر یہ کچھ غلط کہے تو تم ٹوک دو، یہ کہکر اس نے پوچھا، اور ابوسفیان نے جواب دیا:

قیصر یہ جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کا خاندان کیسا ہے ؟

ابوسفیان شریف،

قیصر اسکے خاندان مین سے کسی اور نے کبھی پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان نہین،

قیصر اس کے خاندان مین کوئی بادشاہ بھی ہوا تھا،

ابوسفیان نہین،

قیصر جنھون نے اس کے مذہب کو قبول کیا ہی، وہ کمزور لوگ ہین، یا بڑے بڑے رئیس ہین ؟

ابوسفیان کمزور،

قیصر اس کے ماننے والے بڑھ رہے ہین یا گھٹتے جارہے ہین؟

ابوسفیان بڑھتے جارہے ہین،

قیصر کبھی تم لوگون کو اس کے جھوٹ بولنے کا بھی تجربہ ہے ؟

ابوسفیان نہین

قیصر وہ کیا کبھی قول و قرار کر کے پھر بھی گیا ہے ؟

ابوسفیان اب تک تو ایسا نہین کیا، اب جو معاہدہ اس سے ہوا ہے دیکھین وہ اس کو پورا کرتا ہے یا نہین،

قیصر کیا تم کبھی اس سے لڑے بھی ہو ؟

ابوسفیان ہان،

قیصر لڑائی کا نتیجہ کیا رہا ؟

ابوسفیان کبھی ہم جیتے کبھی وہ،

قیصر وہ کیا کہتا ہے ؟

ابوسفیان یہ کہتا ہے کہ ایک خدا کو مانو اور اسی کو پوجو، اسی سے دعائین مانگو، نماز پڑھو، پاکباز بنو، سچ بولو، رشتہ کا حق ادا کرو

قیصر ابوسفیان کے یہ سب جواب سن کر بول اٹھا کہ اگر تم نے سچ سچ کہا ہے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ میرے پاؤن کے نیچے کی اس مٹی پر بھی قبضہ کر لے گا، اگر ہو سکتا تو مین جاتا اور اس کے پاؤن دھوتا،

ایک دشمن کی زبان سے اتنی سچی شہادت کی مثال کہین اور مل سکتی ہے ؟

عرب کے کئی رئیسوں نے اسلام کو قبول کیا، بحرین مین اسلام کا پیام اس سے پہلے پہنچ چکا تھا، اور عبد القیس کا قبیلہ یہان مسلمان ہو چکا تھا، حبش کے جانے والے مسلمانون کے ذریعہ سے اس ملک مین بھی یہ مذہب پھیل رہا تھا، بلکہ یمن کے کنارون تک اس کی آواز پہنچ چکی تھی، وہان اوس کا قبیلہ بہت پہلے مسلمان ہو چکا تھا،

اشعر کا قبیلہ بھی اسلام کا نام لینے لگا تھا،

عمرؓو بن عنبسہ جو سلیم کے قبیلہ سے تھے، گو مکہ ہی کے زمانہ مین مسلمان ہو چکے تھے، اب جا کر جب ان کو لوگون کی زبانی مدینہ مین اسلام کی ترقی معلوم ہوئی تو مدینہ آکر اپنے اسلام کا اعلان کیا، ان کے مسلمان ہونے کا قصہ بڑا دلچسپ ہے،

اُن کو کسی طرح پتہ لگا کہ مکہ مین کوئی پیغمبر پیدا ہوا ہے، وہ اس کے مشتاق ہو کر مکہ پہنچے، یہان اس وقت کافرون کا بہت زرغہ تھا، مگر وہ کسی طرح چھپ کر آپ کی خدمت مین پہنچ گئے، اور پوچھا آپ کون ہین، فرمایا مین پیغمبر ہون، بولے پیغمبر کس کو کہتے ہین؟ ارشاد ہوا کہ مجھے خدا نے پیغام دے کر بھیجا ہے، دریافت کیا کیا پیغام دیکر بھیجا ہے، فرمایا، یہ پیغام کہ قرابت کا حق ادا کیا جائے، بت توڑے جائین، خدا کو ایک مانا جائے، اور کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرایا جائے، عمروؓ نے پوچھا کہ ابتک آپ کے مذہب کے ماننے والے کتنے ہوئے ہین" فرمایا ایک آزاد (ابوبکرؓ) اور ایک غلام (بلالؓ) عمروؓ نے کہا مین آپ کے مذہب مین آنا چاہتا ہون" فرمایا، ابھی تو ایسا نہین ہو سکتا، تم دیکھتے ہو کہ لوگون کا کیا حال ہے، ابھی اپنے گھر واپس جاؤ، جب میری کامیابی کا حال سننا تو آنا، اس خدا کے بندے کو اب جب پیغمبر علیہ السلام کی کامیابی کا حال معلوم ہوا تو دوڑ کر آیا،

غفار کا آدھا قبیلہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے کہنے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، اور آدھا اس وقت مسلمان ہوا، جب آپؐ مدینہ آئے، جہینہ کے قبیلہ نے ایک ساتھ ایک ہزار کی جمعیت سے اسلام قبول کیا، اسی طرح اسلم، مزینہ اور اشجع کے قبیلون نے اس سچائی کی آواز کو سنا اور قبول کیا،

حدیبیہ کی صلح، اسلام کی فتح کا نقارہ تھا، غرض تو یہ تھی کہ لڑائی بھڑائی دور ہو،

دشمنی اور عداوت کا جذبہ ٹھنڈا ہو، اور مخالفت کا رنگ پھیکا پڑے، اور لوگون کو اسلام کے روحانی انقلاب کے دیکھنے اور اسلام کی تعلیم سمجھنے کا موقع ملے، حدیبیہ کی صلح نے یہ موقع بہم پہنچایا، کافرون کو مسلمانون سے ملنے جلنے، ان کی باتون کو سننے، اور ان پر غور کرنے کا موقع ملا، تو نتیجہ یہ ہوا کہ دو برس کے اندر اندر مسلمانون کی تعداد دونی ہو گئی، خود مکہ کے ہر گھر مین اسلام پہنچ چکا تھا،

قریش کے دو بڑے جرنیل خالد اور عمرو بن العاص تھے، دیکھ چکے ہو کہ اُحد کے میدان مین حضرت خالد کی جنگی مہارت نے مسلمانون کی جیتی ہوئی لڑائی ہرادی، حدیبیہ کی صلح ہو چکی، تو وہ مکہ سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے، راستہ مین عمرو بن العاص ملے، پوچھا کدھر کا قصد ہے، بولے مسلمان ہونے جا رہا ہون، عمرو نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے، دونون ایک ساتھ مدینہ پہنچے، اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، آگے چل کر ان مین ایک (خالدؓ) وہ ہوا جس نے شام کا ملک قیصر سے چھین لیا، اور دوسرے (عمروؓ) نے مصر کی سلطنت رومیون سے لیکر اسلام کے قدمون پر ڈال دی،

ایک روایت مین ہے کہ عمرو بن عاص کے دل پر اسلام کا اثر یون پڑا کہ جن دنون اسلام کا قاصد اسلام کا پیغام لیکر حبش کے بادشاہ نجاشی کے دربار مین پہنچا تو عمروؓ وہین تھے، وہان انھون نے دیکھا کہ حبش کا بادشاہ اس سلطنت کے باوجود اس کا کلمہ پڑھنے لگا، تو ان پر بڑا اثر ہوا، آخر وہ اس اثر کو چھپا نہ سکے، اور مکہ واپس آکر مسلمان ہو گئے،

قیصر کے دربار مین ابوسفیان نے اسلام کی صداقت کا جو منظر دیکھا، وہ بھی بے اثر نہین رہا، مگر پھر بھی ابھی وقت کا انتظار تھا،

یہود کا آخری قلعہ

خیبر

آخری سنہ ۶ یا شروع سنہ ۷

اب یہود کی آبادی حجاز کے ہر گوشہ سے سمٹ کر حجاز کے آخری کنارہ پر ملک شام کے قریب خیبر مین اکٹھی ہو گئی تھی، یہان اُن کی بڑی بڑی کوٹھیان اور قلعے تھے، اور اب یہود یہان اسلام کے مقابلہ مین آخری سہارا لینے کے لیے زور لگا رہے تھے، ان کا ایک سردار ابو رافع سلام بن ابی الحقیق جو حجاز کا سوداگر کہلاتا تھا، سنہ ۶ مین غطفان وغیرہ قبیلون کو لے کر مدینہ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، کہ ایک انصاری مسلمان کے ہاتھ سے اپنے قلعہ مین سوتا ہوا مارا گیا،

سلام کی جگہ اب اسیر بن رزام نے لی، اس نے بھی اُن ہی قبیلون مین دورہ کرکے ایک بھاری فوج تیار کی، مدینہ مین خبر پہنچی، تو آپ نے تحقیق کے لیے آدمی بھیجے، انھون نے آکر تصدیق کی، آپ نے صلح کے لیے کچھ آدمی بھیجے، اور اسیر کو مدینہ بلایا، کہ صلح کی ہو جائے، وہ تیس آدمیون کو ساتھ لے کر چلا، راستہ مین اس کے دل مین کیا بات آئی کہ چاہا کہ مسلمان دستہ کے افسر کے ہاتھ سے تلوار چھین لے، اس پہ دونون طرف تلوارین چلین، اور اسیر اس مین کام آیا،

اب خیبر والون نے غطفان والون کو نخلستان کی آدھی پیداوار دینے کا لالچ دیکر اپنے ساتھ ملا لیا، غطفان کے ایک قبیلہ بنو فزارہ نے یہ ہمت کی کہ محرم ۶ ھ مین مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا، اور ایک مسلمان کو قتل کیا،

اب مسلمانون کے صبر کا پیالہ بھر گیا، خیبر کے حملہ کا اعلان ہوا، سولہ سو مسلمان جہاد کے شوق مین آپؐ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے، فوج کے ساتھ کچھ مسلمان بی بیان بھی آئی تھین، تاکہ پیاسون کو پانی پلا سکین، زخمیون کی مرہم پٹی کر سکین، لڑائی کے میدان سے تیر اٹھا کر لائین، یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام کی فوج نے پھریرا اڑایا، تین جھنڈے تیار ہوئے، ایک حُباب بنؓ منذر کو، اور دوسرا سعد بنؓ عبادہ کو اور تیسرا جس کا پھریرا حضرت عائشہؓ کی اوڑھنی سے بنایا گیا تھا، اسلام کے شیر حضرت علی مرتضیٰؓ کو سپرد ہوا، راستہ مین اس مقدس فوج کا ترانہ یہ تھا،

"خداوندا اگر تو نہ ہوتا، تو ہم کو یہ ہدایت نہ ملتی، ہماری جانین قربان، ہم کو معاف کر دے، اور ہم پر تسلی اتار، اور ہمارے قدم جما، ظالمون نے ہماری طرف ہاتھ بڑھائے ہین، اور فتنہ کھڑا کرنا چاہا ہے، تو ہم اُن سے دبنے والے نہین، تیری مہربانی سے ہم بے نیاز نہین ہو سکتے"

ایمان کا یہ جوش سے بھرا ہوا دریا یون امنڈا ہوا چلا جا رہا تھا، کہ رات کے اندھیرے مین خیبر کے قلعہ سے ٹکرا گیا، موقع تھا کہ رات کی تاریکیون مین اُن پر حملہ کر دیا جاتا، لیکن آپؐ نے ایسا نہین کیا، اور حکم دیا کہ صبح کا انتظار کیا جائے، صبح ہوئی، اور یہودیون نے حسب معمول قلعون کے پھاٹک کھولے، تو سامنے فوج پڑی دیکھی، پکار اٹھے کہ محمدؐ کی فوج! آپؐ اب تک لڑنا نہین چاہتے تھے، اس لیے اب بھی حملہ کا حکم نہین دیا

لیکن یہود نے صلح کے بجائے لڑائی کی ٹھانی، یہ دیکھ کر آپؐ نے مسلمانوں کو پہلے نصیحتیں فرمائیں، پھر جہاد کا حکم سنایا،

مسلمانوں نے پہلے ناعم نام قلعہ پر دھاوا کیا، محمودؓ بن مسلمہ ایک بہادر مسلمان ہیں دستہ کے افسر تھے، وہ بہت اچھی طرح لڑے، لیکن گرمی کے دن تھے، وہ ذرا دم لینے کو قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے، یہودی سردار کنانہ چپکے سے دیوار کے اوپر چڑھ گیا اور وہاں سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا جس کے صدمہ سے وہ مر گئے، لیکن اُس قلعہ کے دروازے مسلمانوں نے کھول لیے، قموص کے قلعہ پر مرحب نام ایک مشہور یہودی بہادر مقرر تھا، اس کے مقابلہ کے لیے کئی روز تک بڑے بڑے صحابہ فوجیں لیکر گئے، لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا، جب لڑائی زیادہ بڑھی، تو ایک دن شام کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل میں جھنڈا اسی شخص کو دونگا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دیگا، اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے، اور خدا اور خدا کا رسول اُس کو چاہتے ہیں۔ یہ رات امید اور انتظار کی رات تھی، بڑے بڑے صحابیوںؓ نے ساری رات اس انتظار میں کاٹی کہ دیکھیے کہ فخر کی یہ دولت کس کے ہاتھ آتی ہے،

صبح ہوئی تو ناگاہ کانوں میں آواز آئی "علی کہاں ہیں"؟ ان کی آنکھوں میں درد تھا، وہ بلائے گئے، آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنے منہ کا لعاب لگایا، اور دعا فرمائی، اور خیبر کی فتح کا جھنڈا عنایت ہوا، عرض کی کہ کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنالوں، فرمایا "نرمی کے ساتھ ان کے سامنے اسلام کو پیش کرو، اگر ایک آدمی بھی تمھاری ہدایت سے مسلمان ہو جائے تو یہ سُرخ اونٹوں کی دولت سے بہتر ہے"،

مرحب قلعہ سے اپنی بہادری کا یہ گیت گاتا ہوا نکلا:۔

"خیبر جانتا ہے کہ مین مرحب ہون، اسلاح مین ڈوبا ہوا تجربہ کار بہادر ہون"۔

مرحب کے جواب مین خدا کے شیر نے یہ شعر پڑھا:۔

"مین وہ ہون کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا تھا جنگل کے شیر کی طرح ڈراونا ہون"

خدا کے شیر نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتون تک اتر آئی، مرحب مارا گیا، اور قلعہ کا پھاٹک مسلمانون کے ہاتھون مین تھا، لڑائی مین پندرہ مسلمان کام آئے، یہودیون نے صلح کر لی، اور صلح کی شرط یہ ٹھرائی کہ زمین ہمارے قبضہ مین چھوڑ دی جائے، پیداوار کا آدھا حصہ ہم مسلمانون کو دیا کرین گے، یہودیون کی یہ درخواست منظور ہوئی، یہ گویا زمینداری کا پہلا سبق تھا، جو یہودیون نے مسلمانون کو سکھایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ترس کھا کر اس کو قبول کر لیا، خیبر کی آدھی زمینون کی ملکیت لڑنے والے مسلمانون کو دی گئی، اور آدھی اسلامی خزانہ کی ملکیت قرار پائی، اسی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی پانچوان حصہ (خمس) مقرر ہوا جس کی آمدنی آپؐ کے گھر کی ضرورتون اور اسلام کی دوسری مصلحتون مین کام آتی،

سال مین بٹائی کا جب وقت آتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ صحابی کو خیبر بھیجتے، وہ جا کر ساری پیداوار کے ڈھیر کو دو برابر حصون مین بانٹ دیتے اور یہود سے کہتے، ان دو مین سے جو چاہو تم لے لو، یہود کی آنکھون کے لیے اس عدل و انصاف کا نظارہ بالکل نیا تھا، وہ کہہ اٹھتے تھے کہ زمین و آسمان اسی عدل سے قائم ہین"

فتح کے بعد آپؐ چند روز خیبر مین ٹھہرے، اگرچہ یہود کے ساتھ پوری مراعات برتی گئی تھی، اور ان کو ہر طرح امن و امان بخشا گیا تھا، مگر پھر بھی ان کی فطری بدنیتی نے ان کا ساتھ نہین چھوڑا، ایک یہودی عورت نے آپؐ کی اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کے کچھ ہمراہیون کی دعوت کی اور کھانے مین زہر ملا دیا، آپؐ نے لقمہ منہ مین رکھکر کھانے سے ہاتھ روک لیا، اور فرمایا کہ اس کھانے مین زہر ملایا گیا ہے، لیکن ایک صحابی نے اس کو اچھی طرح کھایا، آپؐ نے اس یہودن کو بلا کر پوچھا، تو اس نے جرم کا اقرار کیا، اس پر بھی آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا، لیکن جب ان صحابی نے اس زہر سے وفات پائی تو وہ اُن کے بدلہ مین ماری گئی،

خیبر کے پاس ہی ایک ترائی تھی جس کو وادی القریٰ کہتے تھے، اس مین تیما اور فدک وغیرہ وغیرہ یہودیون کے چند گانو تھے مسلمان ادھر بھی بڑھے، وہان کے یہود نے خیبر کی شرط پر صلح کر لی،

اس واقعہ پر یہود کی لڑائی کا خاتمہ ہوگیا،

مدّت کی آرزو

عُمرہ

(ذیقعدہ سنہ ۷ھ)

عُمرہ ایک قسم کا چھوٹا حج ہے، جس مین احرام کے ساتھ کعبہ کے گرد گھوم کر اور صفا، اور مروہ کی پہاڑیون کے بیچ مین تیز چل کر کچھ دعائین پڑھی جاتی ہین یاد ہوگا کہ پچھلے سال حدیبیہ مین یہ طے پایا تھا کہ اگلے سال مسلمان مکہ آکر عمرہ ادا کرلین اس شرط کے مطابق آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمرہ کا اعلان کیا، اور مسلمانون کا ایک بڑا حصہ جوش کے ساتھ روانہ ہوگیا، شرط تھی کہ مسلمان ہتھیار اتار کر مکہ مین داخل ہون گے، اگرچہ یہ شرط پوری کرنی خطرہ سے خالی نہ تھی، مگر مسلمانون نے خانۂ کعبہ کی زیارت کے شوق اور معاہدہ کے احترام مین اس شرط کو پورا کیا، مکہ سے آٹھ میل ادھر ہی سارے ہتھیار اتار کر رکھدیے گئے، اور سو سوارون کا ایک دستہ اس کی حفاظت پر متعین ہوا، باقی مسلمانون نے مکہ مین داخل ہوکر جوش وخروش کے ساتھ جھومتے تھنتے عُمرہ کے سب کام پورے کیے،

تین دن بعد شرط کے مطابق آپؐ مکہ سے نکلے،

مکہ سے نکلتے وقت ایک عجیب اثر میں ڈوبا ہوا منظر سامنے آیا، حضرت حمزہؓ کی یتیم بچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا چچا کہہ کر پکارتی ہوئی آئی، حضرت علیؓ نے اسکو کہ ان کی بہن تھی، گود میں اٹھالیا، حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ اور حضرت زید ابن حارثہ نے اس کے لیے اپنے دعوی الگ الگ پیش کیے، حضرت جعفرؓ کہتے تھے، کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، زیدؓ کہتے تھے کہ حمزہؓ میرے مذہبی بھائی تھے، کیا یہ ناز اور محبت کی لڑائی اسی کے لیے نہیں ہو رہی تھی، جو اسلام سے پہلے زندہ زمین میں گاڑدی جاتی تھی، اسلام نے اب لوگوں کو کیسا بدل دیا تھا۔

ایک نیا دشمن

موتہ کی لڑائی

(جمادی الاولیٰ سنہ ۸ھ)

اب تک اسلام کو ملک عرب کے اندر کے یہود اور مشرکون کے قبیلون سے سامنا تھا، اب آگے عیسائی رومیون کی طاقت ور سلطنت کی دیوار حائل تھی عیسائی رومیون کی ماتحتی مین ایک عرب خاندان بصریٰ پر حکومت کر رہا تھا، اس خاندان کے رئیس نے اس مسلمان قاصد کو جو اُن کے پاس اسلام کی دعوت کا خط لے کر گیا تھا قتل کر دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہید کا بدلہ لینے کے لیے تین ہزار فوج مدینہ سے روانہ کی، حضرت جعفرؓ، عبداللہ بنؓ رواحہ اور زید بنؓ حارثہ اس مین خاص طور سے بھیجے گئے تھے، فوج کی سرداری زید بنؓ حارثہ کو دی گئی، ساتھ ہی فرمادیا کہ یہ شہید ہون تو جعفرؓ اور وہ بھی مارے جائین تو عبداللہ بنؓ رواحہ فوج کے افسر ہون،

حوران کے بادشاہ کو خبر لگ چکی تھی، اس نے ایک لاکھ کے قریب فوج تیار کی، خود روم کے قیصر نے بیشمار فوجون کے ساتھ مواب مین آکر خیمہ ڈالا، آپؐ نے مسلمانون کو تاکید کر دی تھی کہ لڑائی سے پہلے دشمن کو صلح کا موقع دینا، اور اسلام کا پیغام پہنچا لینا، اسلام کی فوج جب قریب پہنچی، تو دیکھا کہ تین ہزار مسلمانون کو

لاکھون کے دل بادل کا سامنا ہے، مگر مسلمان تو خدا کی راہ مین اپنی جان ہتھیلیون پر لیے ہوئے پھرتے تھے، وہ شہادت کے شوق مین ڈرے نہین، عبد اللہ بن رواحہ نے کہا، ہم تعداد کی کمی بیشی اور طاقت کے بھروسہ پر نہین لڑتے، ہم تو مذہب کی طاقت سے لڑتے ہین، اس پر تین ہزار کے چھوٹے گروہ نے ایک لاکھ فوج پر حملہ کر دیا،

حضرت زیدؓ برچھیان کھا کر شہید ہوئے تو ان کی جگہ حضرت جعفرؓ نے آگے بڑھکر اسلام کا جھنڈا اپنے ہاتھ مین لیا، اور اس طرح بہادری سے لڑے کہ ایک ہاتھ کٹ گیا تو دوسرے ہاتھ سے جھنڈے کو پکڑ لیا، اور دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا، تو سینہ سے چمٹا لیا، آخر تلوارون اور برچھیون کے نوّے زخم کھانے کے بعد گرے اور شہادت پائی، ان کے بعد عبد اللہ بن رواحہ نے یہ جھنڈا ہاتھ مین لیا، اور وہ بھی شہید ہو گئے، اب حضرت خالدؓ خود سے آگے بڑھے اور مسلمانون کی کمان اپنے ہاتھ مین لی، اور اس بہادری سے لڑے کہ دشمن کو گو زیر نہ کر سکے، مگر مسلمانون کو ان کی زد سے نکال لائے۔

کعبہ کی چھت پر اسلام کا جھنڈا

مکہ کی فتح

(رمضان سنہ ۸ھ)

اس ابراہیم کے لائے ہوئے دین کا سب سے پہلا فرض یہ تھا کہ وہ ابراہیم کی بنائی ہوئی دنیا کی سب سے پہلی مسجد کعبہ کو جو اسلام کا قبلہ اور دین کا مرکز تھا، بتون کی گندگی سے پاک کرے، اب تک جو کچھ ہوا، ظاہر مین وہ اس فرض سے الگ تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا رہا، اور جس کی خاطر یہ خون کی ندیان بہتی رہین، وہ سب اسی کی پہل تھی، کیونکہ مکہ پر قبضہ کیے اور کافرون کی ننگی تلوارون کو توڑے بغیر ان بتون کو توڑ کر حرم کے صحن سے باہر نہین کیا جا سکتا تھا،

اب جبکہ ان باطل معبودون کی حفاظت کے لیے جو تلوارین علم تھین وہ جھک چکین تو اب وقت آیا کہ کعبہ کو ان نجاستون سے پاک کرنے مین دیر نہ کی جائے،

حدیبیہ کی صلح کے سبب سے خود مسلمان اب مکہ پر حملہ نہین کر سکتے تھے، مگر خدا کی قدرت دیکھیے کہ اس کا موقع خود مکہ والون نے پیدا کر دیا، حدیبیہ کی صلح کی، دوسے کچھ قبیلون نے سردارون کا ساتھ دیا تھا، اور کچھ مسلمانون کے ساتھ تھے، ان مین سے خزاعہ کا قبیلہ مسلمانون کے ساتھ تھا، اور ان کے دشمن بنو بکر قریش سے ملے ہوئے

تھے، معاہدہ کے رو سے قریش کے ساتھیون مین سے کسی کا مسلمانون کے کسی ساتھی قبیلہ پر حملہ کر دینا معاہدہ کو توڑ دینا تھا،

خزاعہ اور بنو بکر مین زمانہ سے لڑائیان چلی آتی تھین، جب تک اسلام سے مقابلہ رہا سب سلے رہے، اب جبکہ حدیبیہ کی صلح نے مطمئن کر دیا، تو بنو بکر سمجھے کہ اب دشمن سے بدلہ لینے کا وقت آگیا، ایک بیک انھون نے خزاعہ پر حملہ کر دیا، قریش کے بہت سے بہادرون نے راتون کو صورتین بدل بدل کر خزاعہ پر تلوارین چلائین، خزاعہ نے حرم مین پناہ لی، مگر وہان بھی اس کو پناہ نہ مل سکی، شرط کے مطابق مسلمانون پر انکی مدد فرض تھی، خزاعہ کے چالیس شتر سوارون نے فریاد کے کر مدینہ کی راہ لی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ سنا تو آپ کو بہت رنج ہوا، آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا، اور تین شرطین پیش کین، کہ ان مین سے وہ کوئی منظور کرین،

۱- خزاعہ کے جو لوگ مارے گئے، ان کے خون کے بدلہ مین روپیہ ادا کرین،

۲- بنو بکر کی حمایت سے وہ الگ ہو جائین،

۳- اعلان ہو جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا،

قریش کے سردار نے قریش کی طرف سے تیسری بات منظور کر لی، یعنی یہ کہ حدیبیہ کا معاہدہ اب باقی نہین رہا، لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش بہت پچھتائے، اور انھون نے ابو سفیان کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدہ کو پھر سے تازہ کر لے، ابو سفیان نے مدینہ آکر بیت نبوت کی بارگاہ مین عرض کی، وہان سے کوئی جواب نہ ملا، تو حضرت ابو بکرؓ سے آکر کہا، انھون نے انکار کیا، وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا، انھون نے کہا کہ یہ مجھ سے نہین ہو سکے گا، پھر وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا، انھون نے

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دے کر چکے ہیں۔ اس کے بارہ میں ان کو کچھ اور مشورہ نہیں دیا جا سکتا، بہتر یہ ہے کہ تم مسجد میں جا کر اعلان کر دو کہ میں حدیبیہ کی صلح کو پھر بحال کرتا ہوں، اس نے یہی کیا،

ابوسفیان نے جا کر لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا، سب نے کہا نہ یہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں، اور نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کریں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی تیاریاں شروع کر دیں، اور احتیاط کی کہ مکہ والوں کو پتہ نہ لگے، ۱۰ رمضان کو دس ہزار فوجیں مکہ کی طرف بڑھیں، مکہ سے ایک منزل ادھر اتر کر رات کو پڑاؤ ڈالا۔ قریش کو خبر نہ تھی، ابوسفیان اور قریش کے دو سردار پتہ لگانے کو نکلے، کچھ دور نکلے تو دیکھا کہ باہر ایک فوج پڑی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کو جو مکہ سے نکل کر پہلے ہی راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے، مکہ والوں کی حالت پر رحم آیا، اور یہ سوچ کر کہ اگر فوج کے مکہ میں داخلہ سے پہلے مکہ والے خود آکر امن مانگ لیں تو ان کی مصیبت دور ہو جائے گی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ سے نکلے، اور آپ کی سواری پر بیٹھکر مکہ کی راہ لی، ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ ابوسفیان وغیرہ مل گئے، ان کو بتایا کہ اسلام کا لشکر مکہ کے پاس پہنچا، اب قریش کی خیر نہیں، ابوسفیان نے مشورہ پوچھا، حضرت عباسؓ نے فرمایا، تم میرے ساتھ چلے آؤ، وہ ساتھ ہو لیے، حضرت عباسؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلے، راہ میں حضرت عمرؓ نے دیکھ کر کہا کہ کفر کا سردار اب ہمارے قبضہ میں ہے، اور یہ کہکر جھپٹے، مگر حضرت عباسؓ ان کو لے کر جلدی سے حضرتؐ کے خیمہ میں گھس گئے، اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میں نے

ابوسفیان کو پناہ دی ہے، یہ کون ابوسفیان تھا، وہی جس نے اسلام کے خلاف بدر کے بعد سے لے کر اب تک ساری لڑائیاں کھڑی کی تھین، عرب کے قبیلون کو ابھار ابھار کر بار بار مدینہ پر چڑھا کر لایا تھا، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازشین کی تھین، اب وہ مسلمانون کے پنجہ مین تھا، اور اپنے ہر جرم کی سزا کا مستحق تھا، لیکن اسلام کا رحمت مجسم رسولؐ ان سب سے درگذر کر کے اس کو اسلام کی بشارت سناتا ہے، اور اتنا ہی نہین، بلکہ اس کے لیے یہ فخر کا خلعت عطا فرماتا ہے کہ اعلان عام کر دیا جاتا ہے، کہ آج سے جو ابوسفیان کے گھر مین پناہ لے گا اس سے کوئی باز پرس نہین، یہ رحمت اور عام ہوتی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ "جو اپنا گھر بند کر لے گا اس کو بھی امن ہے"،

حضرت عباسؓ کو حکم ہوا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر ذرا اسلامی لشکر کا سیلاب دکھاؤ، تھوڑی دیر کے بعد اسلام کی فوجین جوش مارتی ہوئی آگے بڑھین، سب سے پہلے قبیلۂ غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ، ہذیم، اور سلیم کے قبیلے ہتھیارون مین ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے، ابوسفیان ہر دفعہ ڈر جاتا تھا، سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سر و سامان سے آیا کہ پہاڑی گونج اٹھی، سعدؓ بن عبادہ کے ہاتھ مین انصار کا جھنڈا تھا، ابوسفیان نے حیرت سے پوچھا، یہ کون لشکر ہے؟ حضرت عباسؓ نے نام بتایا، آخر مین خود رسالت کا آفتاب نظر آیا، جس کے چارون طرف جان نثارون کا ہالہ تھا، حضرت زبیرؓ کے ہاتھون مین اس کا جھنڈا تھا،

یہ پورا لشکر جب مکہ کے پاس پہنچا، تو امن کی منادی ہوئی، اور حرم کا گھر

جو تین سو ساٹھ بتون کا مسکن تھا، اس گندگی سے پاک ہوا، اور ابراہیم کے خدا کا گھر اب پھر خدا کا گھر بنا، اور توحید کی اذان مسجد کے منارہ سے بلند ہوئی، مکہ کے بڑے بڑے سردار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن، مسلمانون کے قاتل، اور اسلام کی راہ کے پتھر تھے، آج حرم کے صحن میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظر اٹھا کر دیکھا، اور پوچھا کہ اے مکہ کے سردارو! آج میں تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کرون گا؟ سب نے کہا "آپ جوانون کے شریف بھائی، اور بوڑھون کے شریف بھتیجے ہیں، ارشاد ہوا جاؤ، آج تم پہ کوئی ملامت نہیں تم سب آزاد ہو" یہ آواز کیسی توقع کے خلاف تھی، مگر یہ دل کی گہرائی سے اٹھی تھی، اور دل کی گہرائیون میں اتر گئی، ہندہ ابوسفیان کی بیوی نے، جس نے احد کے میدان میں حضرت حمزہؓ کی لاش کے ٹکڑے کئے تھے، نقاب اوڑھ کر سامنے آتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عام معافی کے پیغام سے خوش ہو جاتی ہے، اور چلا اٹھتی ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ! آج سے پہلے مجھے آپ کے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے نفرت نہ تھی، مگر آج سے آپؐ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ مجھے پیارا نہیں معلوم ہوا

آج کفر کی ساری قوتیں ٹوٹ گئیں، دشمنون کے سارے منصوبے ناکام ہو گئے، اور اسلام کی فتح کا جھنڈا مکہ کی چہار دیواریون پر بلند ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تاثیر میں ڈوبی ہوئی یہ تقریر فرمائی،

"ایک کے سوا اور کوئی خدا نہیں، اس کی خدائی میں کوئی دوسرا شریک نہیں،

اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے اپنے بندہ کی مدد کی، اور آخر اس نے کفر کے

سارے جتھون کو اکیلے توڑ دیا،"

ہان! آج کفر کے سارے فخر اور غرور، خون کے سب پرانے کینے اور جاہلیت کے سارے بدلے اور سارے دعوے میرے پاؤن کے نیچے ہین، صرف دو عہدے باقی رہین گے، خانہ کعبہ کی تولیت اور حاجیون کو پانی پلانے کی خدمت

اے قریش کے لوگو! خدا نے اب جاہلیت کے غرور، اور باپ دادون پر فخر کو مٹا دیا، اب آدم کی ساری نسل برابر ہے، تم سب ایک آدمؑ کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے، خدا فرماتا ہے:۔

لوگو! مین نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور مین نے تم کو قبیلون اور خاندانون مین اس لیے بنایا، کہ تم آپس مین ایک دوسرے کو پہچان سکو، تم مین خدا کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے،

آج اللہ نے شراب کی خرید و فروخت اور سود کے کاروبار کو حرام ٹھہرایا"

اس وقت کعبہ اور حرم کے حدود مین ہبل، لات، مناۃ وغیرہ بڑے بڑے بت کھڑے تھے، آج ان کی جھوٹی خدائی کی مدت پوری ہو گئی، مسلمانون کے ایک ہاتھ کے اشارہ مین وہ اب پتھر کے ڈھیر تھے، اور ہر جگہ توحید کا نعرہ بلند تھا،

ہوازن اور ثقیف کا معرکہ

(شوّال سنہ ۸ھ)

مکہ جو حجاز کی راجدھانی اور عرب کی مذہبی جگہ تھی، جب اس کی چھت پر اسلام کا جھنڈا بلند ہوا تو سارے عرب نے اس کو دین اسلام کی سچائی کا نشان مان لیا، اور ہر طرف سے لوگ کفر کے پھندے سے نکل نکل کر اسلام کی امان مین آرہے تھے مگر مکہ کے قریب ہوازن اور ثقیف دو ایسے طاقتور قبیلے تھے، جو کسی دوسرے قبیلہ کی ماتحتی کے ننگ کو گوارا نہین کرنا چاہتے تھے، ہوازن کے قبیلہ کے سردارون نے اورون کو بھی ابھارا، اور حنین کے میدان مین اسلام کے خلاف ایک ملا جلا بہت بڑا جتھا اکٹھا کیا، مسلمانون کی بارہ ہزار فوج جس مین بڑا حصہ قریش کے نومسلمون کا تھا، بڑے سروسامان سے اس کے مقابلہ کو نکلی، ہوازن کے لوگ تیر چلانے مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے، ان کی پہلی ہی باڑ مین مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے،

گو مسلمانون پر اب تیرون کا مینہ برس رہا تھا، اور ان کی بارہ ہزار فوج ہوا ہو گئی تھی، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر تھے، آپ نے داہنی جانب دیکھا، اور پکارا، اے انصار کے گروہ! آواز کے ساتھ جواب ملا، کہ ہم حاضر ہیں، پھر آپ نے بائین جانب پکارا، اب بھی وہی آواز آئی، آپ سواری سے اتر پڑے اور جوش کے

لہجہ مین فرمایا، مین ہون خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر! مین بے شبہہ پیغمبر ہون، اور عبدالمطلب کا فرزند ہون۔" حضرت عباسؓ نے مسلمانون کو آواز دی، کہ او انصار کے گروہ! اور اے وہ لوگو! جنھون نے اسلام پر جان دینے کی بیعت کی ہے، آگے بڑھو، ان اثر مین ڈوبی ہوئی آوازون کا کانون مین پڑنا تھا کہ اسلام کے جانباز پلٹ پڑے، اور اس جوش سے بڑھے، کہ زرہین اتار کر پھینک دین، اور گھوڑون سے کود پڑے، اب میدان کا رنگ بدل گیا، کافرون کی فوج کائی کی طرح پھٹ گئی، اور ان کے لشکر مین بھگدڑ مچ گئی،

کافرون کی فوج کا کچھ حصہ بھاگ کر طائف مین جمع ہوا، طائف مین ثقیف کا قبیلہ اپنے کو قریش کے برابر جانتا تھا، ان کا قلعہ بھی بڑا مضبوط تھا، اور قلعہ مین لڑائی کا سارا سامان بھی تھا، انھون نے قلعہ بند کر کے لڑائی شروع کی، مسلمانون نے قلعہ پر بار بار حملے کیے، لیکن قلعہ فتح نہین ہوا، مسلمانون کو اس قلعہ کو یون چھوڑ کر ہٹنا گوارا نہ تھا، انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن کی مہلت چاہی اجازت ملی، تو دوسرے دن بڑے زور سے حملہ کیا، مگر کامیابی اب بھی دور تھی، مسلمانون نے عرض کی، اے اللہ کے رسولؐ ان کے حق مین بددعا کیجئے، برکت والے لب ہلے، تو یہ لفظ نکلے۔ خداوندا ثقیف کو ہدایت نصیب کر، اور ان کو اسلام کے آستانہ پر لا، دعا کا یہ تیر نہ چوکا، دو سال بھی گذرنے نہین پائے تھے کہ ثقیف کے لوگون نے خود مدینہ مین آکر اسلام کا کلمہ پڑھا،

مال غنیمت کی تقسیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر

طائف کا محاصرہ چھوڑ کر آپ نے جعرانہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، لڑائی کی لوٹ کا بہت سا سامان ساتھ تھا، چھ ہزار

قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریان، اور چار ہزار اوقیہ چاندی، حکم دیکھ کر قیدیون کو لے کہ آپؐ یہان انتظار کرتے رہے، کہ ان کے عزیز آئین، اور ان کو چھڑا کر لے جائین لیکن کئی دن گذر گئے، اور کوئی نہین آیا، تب لوٹ کے مال کے پانچ حصے کیے گئے، چار حصے سپاہیون مین بٹ گئے، اور پانچوان حصہ غریبون مسکینون، اور اسلام کے دوسرے ضروری کامون کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مین رہا،

آپؐ نے مکہ اور اطراف کے بہت سے نومسلم رئیسون کو جو ابھی اسلام لائے تھے، ان کی تسلی اور اطمینان کی خاطر اس لڑائی کے لوٹ کے مال مین سے بہت سامان عنایت فرمایا، کچھ انصاری نوجوانون کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاص بخشش کے بھید سے واقف نہ تھے، یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو انعام دیا، اور ہم کو محروم رکھا، حالانکہ لڑائی کا اصلی زور ہم ہی نے سنبھالا، اور اب تک ہماری تلوارون سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہین، بعض نوجوان انصار بول اٹھے کہ مشکلون کے وقت ہماری یاد ہوتی ہے، اور انعام اورون کو ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چرچے سنے تو انصار کو ایک خیمہ مین الگ بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے ایسا کہا، عرض کی یا رسول اللہ ہمارے بڑون مین سے کسی نے یہ نہین کہا، البتہ بعض نوجوانون کے منہ سے یہ فقرے نکلے تھے، یہ دریافت فرما لینے کے بعد آپؐ نے ان کے سامنے وہ تقریر فرمائی، جس کا ہر فقرہ اثر مین ڈوبا تھا، فرمایا،

"کیا یہ سچ نہین کہ تم پہلے راہ سے ہٹے تھے، تو خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو

لہ ایک عربی تول

سیدھی راہ دکھائی، تم بکھرے تھے، تو خدانے میرے ذریعہ تم کو ایک کر دیا،
تم مفلس تھے، تو خدا نے میرے ذریعہ تم کو دولت مند بنایا"
آپ یہ فرماتے جاتے تھے، اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور اس کے
رسولؐ کا احسان سب سے بڑھ کر ہے، آپؐ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب دے سکتے ہو،
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ کو جب لوگوں نے جھٹلایا، تو ہم نے تجھکو سچا مانا، تجھ کو جب
لوگوں نے چھوڑ دیا، تو ہم نے تیرا ساتھ دیا، تو مفلس آیا تھا، تو ہم نے ہر طرح تیری مدد کی،
یہ کہکر آپؐ نے فرمایا، تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو، لیکن
اے انصاریو! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اور لوگ اونٹ اور بکریاں لیکر جائیں اور تم محمد کو لیکر اپنے گھر آؤ
یہ سن کر انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ ہم کو صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) درکار ہیں،
اکثروں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں، اس کے بعد آپؐ نے انصار
کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ چونکہ نئے نئے اسلام لائے تھے، اس لیے ان کو جو کچھ ملا وہ حق کے
طور پر نہیں، بلکہ اسلام کی نعمت سے ان کو آشنا کرنا مقصود تھا،

اس درمیان میں قیدیوں کو چھڑانے کیلیے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں
اوس قبیلہ کے بھی کچھ لوگ تھے جس میں دایہ حلیمہ تھیں جنکا بچپن میں آپؐنے دودھ پیا تھا، آپؐنے فرمایا،
عبدالمطلب کے خاندان کا جسقدر حصہ ہے، وہ تمھارا ہے لیکن قیدیوں کی عام رہائی کی صورت یہ ہے کہ نماز
کے بعد جب مجمع ہو تو تم سب کے سامنے اپنی درخواست پیش کرو، ظہر کے بعد انھوں نے سب مسلمانوں
کے سامنے اپنی درخواست پیش کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے صرف اپنے خاندان پر اختیار
ہے لیکن عام مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں، یہ سننا تھا کہ سب مسلمان بول اٹھے، ہمارا حصہ بھی
حاضر ہے، اس طرح چھ ہزار قیدی دفعۃً آزاد ہو گئے،

رومی خطرہ

تبوک کی لڑائی | اس زمانہ مین شام اور مصر کے ملک عیسائی رومیون کے ہاتھون مین تھے، جن کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا، شام کی حدین حجاز سے ملی ہوئی تھین، حجاز مین اسلام کی نئی قوت کا حال سن کر رومیون مین کھلبلی تھی، حجاز اور شام کی سرحد پر تبوک نام ایک مقام تھا، اس کے آس پاس کچھ عرب سردار جو عیسائی ہو گئے تھے، رومیون کی ماتحتی مین حکومت کر رہے تھے، ان عرب سردارون مین غسانی خاندان کے عرب سب مین طاقتور تھے، اور وہی رومیون کی طرف سے اس کام پر متعین ہوئے، دم بدم مدینہ مین یہ خبرین پھیلتی تھین کہ غسانی مدینہ پر چڑھائی کی فکرین کر رہا ہے، شام کے نبطی سوداگرون نے آکر بیان کیا کہ رومیون نے شام مین بڑی بھاری فوج جمع کر لی ہے، جو ہر طرح کے سامان سے تیار ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبرین سن کر مسلمان غازیون کو بھی تیاری کا حکم دیا، اتفاق یہ کہ یہ سخت گرمیون کا زمانہ تھا، ملک مین قحط کے آثار بھی تھے، منافق جو دل سے مسلمان نہ تھے، اُن کے لیے یہ بڑی آزمایش کا وقت آگیا، وہ لڑائی سے جی چراتے تھے، اور دوسرون کو بھی پردہ پردہ مین روکتے تھے،

مگر پُر جوش مسلمانون کے لیے یہ اُن کے ایمان کی تازگی کا نیا موقع ہاتھ آیا، کہ اب عرب کے چند قبیلون کا سامنا نہین، بلکہ دنیا کی ایک بڑی سلطنت کا مقابلہ ہے

دولتمند صحابیون نے بھی بڑی بڑی رقمین پیش کین، چونکہ سفر دور کا تھا، اور سواری کا انتظام تھوڑا تھا، اس لیے بعض معذور مسلمان رُو رُو کر عرض کرتے، کہ حضورؐ سفر کا سامان مہیا فرمادین تو ساتھ چلنے کی سعادت ملے، یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فوج کے لیے تین سو اونٹ پیش کیے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دعا دی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے باہر جاتے، تو کسی نہ کسی کو شہر کا حاکم بنا کر جاتے، ازواجِ مطہراتؓ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویان اس دفعہ ساتھ نہین جارہی تھین، اس لیے کسی عزیز خاص کا یہان چھوڑ جانا مناسب تھا، اس لیے اس دفعہ یہ منصب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سپرد ہوا، انھون نے عرض کی یارسول اللہؐ! آپ مجھے بچون اور عورتون مین چھوڑے جاتے ہین؟ ارشاد ہوا کیا تمھین یہ پسند نہین کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، آپ کا یہ ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وہ فخر ہے، جس کو کبھی بھلایا نہین جاسکتا،

غرض آپؐ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے نکلے، جس مین دس ہزار سوار تھے، تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ رومیون کے حملہ کی خبر صحیح تھی، مگر اتنا صحیح تھا کہ اسلام کی نئی قوت کے مقابلہ کے لیے غسانی رئیس دوڑ دھوپ کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک مین بیس دن قیام کیا، اس قیام کا اثر یہ ہوا کہ تیس ہزار مسلمانون کی یہ پاکیزہ جماعت جو ظاہر مین سپاہی اور حقیقت مین عاشق الٰہی تھی، آس پاس کے شہرون پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہی،

اسلام مین اگلے پیغمبرونؑ کی امتون کے ساتھ یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ اگر

تھوڑا سا محصول دے کر مسلمانون کی رعایا بن جائین، تو مسلمان اُن کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھالین، اس محصول کا نام قرآن پاک مین جزیہ رکھا گیا ہے، یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی غیر مسلم قوم مسلمانون کی حکومت مین آتی ہے، ایلہ خلیج عقبہ کے پاس عربون کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی، اس کے رئیس یوحنا نے خدمت نبویؐ مین آکر جزیہ دیکر مسلمانون کی حفاظت مین رہنا منظور کیا، جرباء اور اذرُح کے عیسائی عربون نے بھی جزیہ دیکر مسلمانون سے صلح کر لی، دمشق کے پانچ منزل ادھر ہی دومۃ الجندل مین ایک عرب سردار اکیدر نامی تھا، جو قیصر روم کے اثر مین تھا مسلمانون نے چار سو سوارون کے ساتھ اس پر حملہ کیا، اور اس کو پکڑ کر خدمت نبوی مین لائے، اس نے اس شرط پر رہائی پائی کہ وہ مدینہ آکر صلح کی شرطین پیش کرے، چنانچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ آیا، اور امان پائی،

تبوک کا سفر اس حیثیت سے کہ یہ عرب کے باہر کی دو سب سے بڑی طاقتون مین سے ایک سے سر ٹکرانے کی سب سے پہلی کامیاب کوشش تھی، بہت اہم تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخیر و عافیت واپسی پر مسلمانون نے بڑی خوشی منائی، مدینہ کے لوگ شوق کے عالم مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کے لیے شہر سے باہر نکلے، عورتین بھی گھرون سے نکل آئین، اور لڑکیون نے خیر مقدم کا گیت گایا،

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
ہم پر چاند نکلا	وداع کی گھاٹیون سے
وجب الشکر علینا	ما دعا للہ داع

خدا کا شکر اس وقت تک ہم پر فرض ہے جب تک دنیا مین خدا کا کوئی پکارنے والا باقی ہے،

عہد اسلام کا پہلا باقاعدہ حج، اور برأت کا اعلان

اسلام کی دعوت شروع ہوئے بائیس برس ہو چکے تھے، بائیس برس کی لگاتار کوششوں سے اب عرب کا ذرہ ذرہ اسلام کے نور سے چمک رہا تھا، لا الٰہ الا اللہ کی آوازیں اس کی ہر گھاٹی سے اونچی ہو رہی تھیں، یمن کی سرحد سے لے کر شام کی سرحد تک اب اسلام کی حکومت تھی، اور خدا کا گھر اب توحید کا مرکز بن چکا تھا، اب وقت آیا کہ اسلام کا وہ مذہبی دربار جو حج کے نام سے مشہور ہے، اللہ کے بتائے اور حضرت ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے دستور کے مطابق آراستہ ہو،

تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ میں ذیقعدہ کے آخر یا ذیحجہ کے شروع مہینہ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ کو روانہ فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس قافلہ کے سردار، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے نقیب اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت جابرؓ، حضرت ابوہریرہؓ منادی اور معلم بنائے گئے تھے۔ اور قربانی کے لیے بیس اونٹ ساتھ تھے،

قرآن نے اس حج کا نام حج اکبر[1] رکھا ہے، کیونکہ یہ کفر کی حکومت کے ختم ہو جانے اور اسلام کے عہد کے شروع ہونے کا سب سے پہلا اعلان تھا، حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کے اصلی طریقے بتائے، اور سکھائے، اور قربانی کے دن کھڑے ہو کر اسلام کا خطبہ پڑھا، اور ان کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب نے برأت کی، اس سورہ کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں جن میں کافروں سے ہر طرح کے تعلق کے توڑے جانے کا اعلان تھا، اور منادی کر دی گئی کہ اب سے کوئی مشرک خانہ کعبہ میں نہ آنے پائے گا،

---

[1] بڑا حج

اور نہ کوئی ننگا ہو کر حج کر سکے گا، اور صلح کے وہ تمام معاہدے جو مشرکوں سے ہوئے تھے، آج سے چار مہینہ کے بعد سب ٹوٹ جائیں گے،

کیا عجیب بات ہے کہ وہ قریش جو بیس برس تک تلوار کی نوک سے اسلام کا مقابلہ کرتے رہے، وہ مکہ کے فتح ہو جانے کے بعد کسی قسم کے جبر اور لالچ کے بغیر صرف اسلام کا گہرا رنگ اور مسلمانوں کو قریب سے دیکھ بھال کر آپ سے آپ مسلمان ہوتے چلے گئے، اور جو اب تک محروم رہے تھے، وہ اس اعلان کے بعد اسلام کے سایہ میں آگئے،
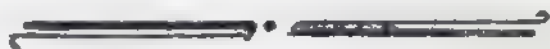
عرب کے صوبوں میں اسلام کی عام منادی

اب عرب کا ہر ذرہ آفتاب رسالت کے دامن سے لپٹا تھا، توحید کی اشاعت کی راہ سے مشکل کا ہر ہر پتھر ہٹ چکا تھا، اور سارے حجاز مین اسلام کی حکومت تھی لیکن ابھی یمن، یمامہ، بحرین وغیرہ عرب کے کچھ ایسے صوبے تھے، جہان گو ایک ایک دو دو آدمی مسلمان ہو چکے تھے لیکن ان مین اسلام کی عام منادی نہین ہوئی تھی، اب جبکہ قریش اور ان کے ساتھی قبیلوں کی مخالفت کی ہر کوشش ناکام ہو چکی، وقت آیا کہ دور کے علاقون مین بھی اسلام کی منادی کی جائے، اور شاہ اور رعایا، امیر اور فقیر ہر ایک کو سچائی کی دعوت دی جائے،

عرب کے سارے صوبون مین بڑا یمن کا صوبہ تھا، جو تقریباً پچاس ساٹھ برس سے ایرانیون کے قبضہ مین تھا، یمن کے ایک بڑے قبیلہ دوس کے رئیس طفیل بن عمرو نے مکہ جا کر بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، اور انکے اثر سے اس قبیلہ کے کئی آدمی وقتاً فوقتاً مسلمان ہوتے رہے، سنہ ۷ھ مین جب آپ خیبر مین تھے، دوس کے بہت سے لوگ مسلمان ہو کر مدینہ چلے آئے تھے، مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ انہی مین تھے، اشعر نام یمن کے ایک دوسرے قبیلہ مین بھی لوگ آپ ہی آپ مسلمان ہو چلے تھے، مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اسی قبیلہ کے تھے، یہ لوگ بھی مدینہ آکر بس گئے تھے

یمن مین ہمدان کا قبیلہ بہت شہرت رکھتا تھا، اس قبیلہ نے جب اسلام کا نام سنا تو اپنے رئیس عامر بن شہر کو اس نئے دین کے جانچنے کے لیے مدینہ بھیجا، اس نے وہان پہنچ کر جو کچھ دیکھا، اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام کی سچائی نے اس کے دل مین گھر کر لیا، وہ واپس آیا، تو اپنے خاندان مین اسلام کا نور پھیلایا،

یمن کے بعض قبیلوں مین اشاعت کا کام کرنے کے لیے پہلے حضرت خالدؓ بھیجے گئے، وہ چھ مہینے تک اپنا کام کرتے رہے، مگر کامیاب نہ ہو سکے، یہ دیکھ کر آپ نے ان کو واپس بلا لیا، اور ان کی جگہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھیجا، حضرت علیؓ مرتضیٰ نے انکے سب رئیسون کو بلایا، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خط پڑھکر سنایا، ساتھ ہی سارا کا سارا قبیلہ مسلمان تھا، چنانچہ ہمدان، جذیمہ اور مذحج کے قبیلون مین اسلام کی روشنی حضرت علیؓ مرتضیٰ ہی کے فیض سے پھیلی، یمن کے دوسرے شہرون مین اسلام کی دعوت پھیلانے کو دوسرے ممتاز صحابی مقرر ہوئے، چنانچہ صنعا مین جو یمن کا پایۂ تخت تھا، خالدؓ بن سعید کی کوشش کامیاب ہوئی طے کا قبیلہ اسلام سے پہلے عیسائی تھا، اس وقت حاتم طائی کا بیٹا عدی اس قبیلہ کا سردار تھا، وہ خدمت نبویؐ مین حاضر ہوا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکساری اور بیکسون سے ہمدردی دیکھ کر مسلمان ہو گیا، اور اسی کی دعوت پر اس کے قبیلہ نے بھی توحید کا کلمہ پڑھا، حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے عدن اور زبید مین، اور حضرت معاذؓ بن جبل نے جند مین جا کر اسلام کا پیغام پہونچایا، جریرؓ بن عبداللہ بجلی نے حمیر کے شہرون مین اسلام پھیلایا، مہاجرؓ بن ابی امیہ ایک صحابی یمن کے ایک شہزادہ حارثؓ بن عبد کلال کو اسلام کے حلقہ مین لائے، وبرؓ بن نحنیس صحابی نے یمن کے اُن ایرانی نسل کے لوگون کو جو یمن مین بس گئے تھے، اسلام کی خوشخبری سنائی،

یمن مین نجران کا علاقہ عیسائی آبادی تھا، وہان کے لوگون نے اسلام کا خط پا کر اپنے پادریون کو دریافت حال کے لیے مدینہ بھیجا، اور گو وہ مسلمان نہین ہوئے، لیکن جزیہ دیکر اسلام کی حکومت قبول کی، نجران میں جو مشرک عرب بستے

اُن کی ہدایت کے لیے حضرت خالدؓ کو بھیجا جن کے سمجھانے سے پورا قبیلہ اسلام لے آیا، حضرت خالدؓ نے تھوڑے دن وہان ٹھہر کر ان کو اسلام کی باتین سکھائین،

بحرین پر اس وقت ایرانیون کی حکومت تھی، اور اس کی وادیون مین عرب کے قبیلے آباد تھے، جن مین مشہور اور با اثر خاندان عبد القیس، بکر بن وائل اور تمیم تھے، ان مین سے عبد القیس کے قبیلہ سے منقذ بن حیان تجارت کے لیے نکلے، راہ مین مدینہ پڑتا تھا، وہان ٹھہرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا آنا معلوم ہوا، تو ان کے پاس تشریف لے گئے، اور اسلام کی دعوت دی، انھون نے قبول کیا، اور مسلمان ہوگئے، یہان رہ کر انھون نے سورۂ فاتحہ اور اقرأ سیکھی، آپ نے ان کو ایک فرمان لکھ کر دیا، جب وہ لوٹ کر گھر گئے تو پہلے اپنے اس نئے مذہب کو چھپایا، لیکن اُن کی بیوی نے ان کو نماز پڑھتے دیکھ لیا، اور اپنے باپ منذر سے شکایت کی، انھون نے منقذ سے دریافت کیا، بات چیت کے بعد منذر بھی مسلمان ہوگئے، اب دونون نے لوگون کو جمع کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک سنایا، اور سب نے اسلام قبول کیا،

بحرین مین ایک مقام جواثی تھا جس مین عبد القیس کا قبیلہ تھا، یہان بہت پہلے اسلام پہنچ چکا تھا، مدینہ کے بعد جمعہ کی نماز سب سے پہلے یہین کے لوگون نے ادا کی، ۸ھ مین بحرین کا عرب رئیس منذر بن ساوی نے علاء بن حضرمی کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اور ان کے ساتھ وہان کے سارے عرب اور ایرانی بھی مسلمان ہوگئے، بحرین مین ہجر ایک مقام تھا، وہان کے ایرانی حاکم سیبخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پاکر اسلام کی دولت پائی۔

عمان مین ازد قبیلہ آباد تھا، جبید اور جیفر یہان کے رئیس تھے، سنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوزیدؓ انصاری کو جو حافظ قرآن تھے، اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو اپنا خط دیکر اُن کے پاس بھیجا، دونون رئیسون نے اسلام قبول کیا، اور وہان کے سارے لوگ ان کے کہنے سے مسلمان ہوئے،

شام کے حدود مین کئی رئیس تھے، ان مین سے ایک فروہؓ تھے جن کی ریاست معان مین تھی، وہ رومیون کے ماتحت تھے، وہ اسلام سے آشنا ہوکر مسلمان ہو گئے، رومیون کو اُن کا مسلمان ہونا معلوم ہوا، تو اُن کو پکڑ کر سولی دیدی، اس وقت عربی کا یہ شعر اس بے گناہ شہید کی زبان پر تھا، جس کا ترجمہ یہ ہے،

"مسلمان سردارون کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میرا تن من اور میری آبرو سب پروردگار کے نام پر نثار ہے"

غرض ان کوششون سے اسی طرح اسلام عرب کے ایک ایک گوشہ مین پھیل گیا، اور وہ وقت آیا کہ عرب مین کوئی مشرک باقی نہ رہا،

دین کی تکمیل اور اسلامی نظام کی تاسیس[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے، دنیا نے اس کی مخالفت کی، اور عرب والوں نے اُس کے ماننے سے انکار ہی نہیں، بلکہ اسکے مٹانے کی ہر طرح کی کوششیں کیں، مسلمانوں کو طرح طرح سے ستایا، اُن کے گھروں سے اُن کو نکالا، اور وہ بے سروسامانی سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر کبھی حبشہ کے ملک میں کبھی دور دور کے شہروں میں نکل جانے پر مجبور ہوئے، اور اس طرح تیرہ برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضور کے ساتھی مسلمانوں نے پورے صبر اور مضبوطی سے ان سختیوں کو جھیلا، آخر کفر کی قوتوں نے فوج و لشکر اور تیغ و خنجر سے مسلمانوں کو فنا کر دینے کی تیاری کی، اور نو برس تک لگاتار ان کی یہ کوشش جاری رہی مسلمانوں نے ان کی اس ظالمانہ طاقت کا بھی سامنا کیا، اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ اس میدان میں بھی کامیاب ہوئے، اور آہستہ آہستہ مشکل کا ہر پتھر ان کی راہ سے ہٹ گیا، عرب کا ایک ایک گوشہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا، اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے آوازہ سے عرب کا پورا جزیرہ گونج اٹھا، تو وقت آیا کہ دین اپنے پورے احکام کے ساتھ تکمیل کا درجہ پائے، اور اس کا نظام عرب کے ملک میں قائم کر دیا جائے،

---

[1] بنیاد رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین، کہ سب سے پہلے قرآن پاک کی وہ آیتین اترین جو دلون مین نرمی، اور خون مین گرمی، اور خیالون مین تبدیلی پیدا کرین، جب یہ ہوچکا تو احکام کی آیتین آئین، اگر ایسا نہ ہوتا، اور پہلے ہی دن یہ حکم دیا جاتا کہ لوگو! شراب چھوڑ دو، تو کون اس کو مانتا، اسلام کی دعوت کی یہ ترتیب قدرتی تھی، اور فطرت کے عین مطابق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مدینہ مین رہے، توحید کی تعلیم، اللہ کی بے انتہا قدرت اور بے حد رحمت، بت پرستی کی برائی، بتون کی بے چارگی، اللہ کے رسولون کے قصے، رسولون کے نہ ماننے سے قومون پر عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے، خدا کے سامنے اپنے کامون کے جواب دہ ہونے، اور اچھون کے لیے جنت اور برون کے لیے دوزخ کے سمان دکھائے جاتے رہے، ساتھ ہی ساتھ اللہ کی سچی عبادت کے ڈھنگ، غریبون کے ساتھ مہربانی، بیکسون کے ساتھ شفقت اور اخلاق کی دوسری اچھی اچھی باتون کے سبق ان کو سکھائے جاتے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے ماننے والون کا ایک ایسا گروہ پیدا کیا گیا جو اس کے ہر حکم پر گردن جھکانے کو تیار ہوگیا، اس وقت اللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ اپنے سارے حکمون سے اُن کو آگاہ کیا،

ان کو بتایا گیا کہ دن مین پانچ دفعہ حضرت ابراہیم کی مسجد (کعبہ) کی طرف منہ کر کے خدا کے حضور مین کھڑے ہون، گھٹنون کے بل جھک کر (رکوع) اپنی بندگی کا اقرار کرین، پھر زمین پر سر رکھ کر (سجدہ) اپنی عاجزی کو نمایان شکل مین ظاہر کرین، یہ نماز کہلائی، یہ نماز سارے مسلمان ایک وقت پر ایک جگہ اکٹھے ہو کر ایک امام کے پیچھے ایک ساتھ ادا کرین، اس کا یہ مطلب ہوا، کہ نماز جس طرح خدا اور بندہ

کے لگاؤ کی سب سے مضبوط کڑی ہے، اسی طرح یہ مسلمانوں کے قومی نظام کی حقیقی شکل بھی ہے، یعنی سارے مسلمان ایک ہو کر ہر فرق مراتب کی قید کو توڑ کر ایک صف میں کھڑے ہو کر ایک ایسی متحد جماعت کی صورت بنجائیں کہ انکے تمام ظاہری فرق مٹ جائیں، اور وہ سب مل کر ایک امام کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کریں، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ نماز میں سارے مقتدی پاؤں سے پاؤں ملا کر خوب مل کر کھڑے ہوں تاکہ ان کے دل بھی اسی طرح مل جائیں، اور یہ فرمایا کہ جو شخص امام کے اٹھنے بیٹھنے سے پہلے اٹھ بیٹھ جائے، اس کو ڈرنا چاہیے، کہ اس کی صورت بدل کر گدھا نہ بن جائے جو اپنی حماقت کے لیے مشہور ہے،

اسلام کے سارے احکام میں نماز کی حیثیت سب سے بڑھی ہوئی ہے، اسی لیے اس کو دین کا ستون فرمایا ہے، عرب کی بے اطمینانی اب جیسی ہی دور ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے نماز کی طرف توجہ فرمائی، اس کے ارکان کی تکمیل اور اوقات کی تعیین تو مکہ ہی میں ہو چکی تھی، مگر اب جیسے جیسے اطمینان بڑھتا گیا، اس کی ظاہری اور باطنی کیفیتوں کی طرف بھی توجہ بڑھتی گئی، اب اس میں قرآن اور دعا کے سوا ہر قسم کی انسانی بول چال، اشارے، سلام و کلام وغیرہ کی ممانعت ہو گئی ہے، اور ایک ساتھ ایک جگہ مل کر نماز پڑھنا، جس کو جماعت کہتے ہیں، واجب ٹھہرایا گیا، نماز کی سمت خانۂ کعبہ مقرر ہوئی، تاکہ دنیا بھر کے مسلمان وحدت کے ایک رنگ میں نمایاں ہوں،

ہفتہ کی اجتماعی نماز جس کا نام جمعہ ہے، گو مکہ ہی میں فرض ہو چکی تھی، مگر مکہ کی بے اطمینانی میں جب چار مسلمان بھی مل کر ایک جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے،

تو آبادی کے سارے مسلمان مل کر ایک ساتھ نماز کس طرح پڑھ سکتے تھے، اس لیے جمعہ کی نماز مکہ مین ادا نہین ہو سکتی تھی، مگر مسلمانون کو مدینہ مین جیسے ہی اطمینان ملا، پہلے ہی ہفتہ مین دن کی روشنی مین دوپہر کے وقت زوال کے بعد ہی جمعہ کی نماز ادا کی، اور امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا، دوسرے ہفتہ مین خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے، اور اس وقت سے آپ نماز جمعہ کی امامت کرنے لگے، اور نماز سے پہلے خدا کی تعریف (حمد) اور قرآن کی تلاوت کے ساتھ مسلمانون کی تعلیم، تنبیہ اور نصیحت سے بھری ہوئی مختصر تقریر جس کو خطبہ کہتے ہین فرمانے لگے،

مدینہ سے باہر دوسرے صوبون کے شہرون اور آبادیون مین مدینہ ہی سے یا ان ہی مقامات سے امامون کا تقرر ہوا، یہ امام اس مقام کے مسلمانون کے معلم، مبلغ، مفتی، اور پیشوا کی حیثیت رکھتے ہین، وہ ان کو اچھی باتین سکھاتے، بری باتون سے روکتے، اُن کو ضرورت کے مسئلے بتاتے، اور بچون کو اللہ و رسول کا کلمہ سکھاتے، دین کی باتین بتاتے، اور قرآن کی تعلیم دیتے،

اس غرض کے لیے ہر آبادی مین خدا کے نام سے نماز اور مسلمانون کو دوسری اجتماعی ضرورتون کے لیے مسجدین بنائی گئین، یہ مسجدین ان کی نماز اور جماعت کا گھر اُن کی تعلیم کا مدرسہ، ان کے وعظون کا مقام، ان کے قومی و دینی کامون کی مشورہ گاہ، اور ان کے قاضیون اور حاکمون کی عدالت قرار پائین،

غریب مسلمانون کی امداد کے لیے زکوٰۃ کا نظام مقرر ہوا یعنی یہ کہ ہر مسلمان ہر سال اپنے اُس سونے چاندی کے مال پر جو اس کی ضرورت سے زیادہ ہو، سال بھر

کے بعد اس کا چالیسواں حصہ خدا کی راہ میں دے، اسی طرح اگر کسی کے پاس سونے چاندی کے علاوہ جانور ہوں، یا کھیت ہوں، تو ان پر مختلف تعدادوں کے مطابق ایک حصہ خدا کے کاموں کے لیے فرض کیا گیا، یہ ساری رقمیں اور جانور اور پیداوارین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین مسجد نبوی مین حضرت کے موذن حضرت بلال رضؓ کے پاس یا کسی عامل کے پاس جمع ہوتین، اور ضرورت کے مطابق ضرورتمندون مین بانٹ دی جاتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کام کے لیے ایک الگ دفتر بنا دیا گیا، جس کا نام بیت المال رکھا گیا، یہ بیت المال مسلمانون کے امام کی نگرانی مین رہتا، اور ضرورت مند مسلمانون کی ضرورتین اس سے پوری کی جاتین،

سنہ ۹ھ مین جب سارے عرب مین مسلمانون کا شیرازہ بندھ گیا، تو عرب کے ہر حصہ مین زکوٰۃ کی تحصیل وصول کے لیے لوگ مقرر ہوئے، جن کو **عامل** کہتے ہین، یہ لوگ ہر جگہ جاکر مسلمانون سے زکوٰۃ کا مال وصول کرتے، اور لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین یا بیت المال مین جمع کرتے، اور اپنا حساب پیش کرتے،

مسلمانون کو اللہ کی طرف سے قرآن کی صورت مین زندگی کا جو ہدایت نامہ ملا اُس کی خوشی اور مسرت کی تقریب مین اس کی سالانہ یادگار اسی مہینہ مین جس مین قرآن پاک پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا، یعنی رمضان کے مہینہ مین ہر سال منانا ضروری ٹھہرایا گیا، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکریہ ادا کرین، اور مہینہ بھر اسی کیفیت مین گذارین، جس کیفیت مین اس مہینہ کو اسلام کے پیغمبر اور قرآن کے پہلے مخاطب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گذارا یعنی

صبح سے شام تک مہینہ بھر ہم کھانے پینے اور دوسرے نفسانی کامون سے پرہیز کرین جس کا نام روزہ ہے، اور ہو سکے تو راتون کو کھڑے ہو کر دو دو رکعتون مین کلام پاک سنین، جن کو تراویح کہتے ہین، اور دوسری عبادتون مین یہ مہینہ بسر کرین، مہینہ کے ختم ہونے پر شوال کی پہلی تاریخ کو عید کا دن منائین، اچھے اچھے کپڑے پہنین، خوشبو لگائین، اور سب مل کر عیدگاہ جا کر شکرانہ کی دو رکعتین ادا کرین، اور اس دن نماز سے پہلے غریبون کے کھانے کے لیے غلّہ کی کچھ کچھ مقدار ان کے نذر کرین[1]، تاکہ وہ بھی یہ دن خوشی خوشی منائین،

رمضان درحقیقت اس قرآن پاک کے اترنے کی خوشی کا جشن ہے، جو مسلمانون کی ہر خیر و برکت کا اصلی سبب ہے، اور اس مین روزہ اس لیے فرض ہوا ہے، کہ مسلمان وہ پاکی کی زندگی بسر کرنا سیکھین، جس کو قرآن نے تقویٰ کہا ہے اور جو قرآن کے اترنے کی اصلی غرض ہے،

اسلام کا چوتھا رکن **حج** ہے۔ اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کی اصلی شکل ہے، اس لیے جس طرح رمضان کا روزہ قرآن پاک کے اترنے کی یادگار ہے، اسی طرح حج حضرت ابراہیمؑ کے دین کی یادگار ہے، خانہ کعبہ وہ مقدس مسجد ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے خدا کے نام پر سب سے پہلے بنایا تھا، تاکہ وہ دنیا مین خدا پرستون کا مرکز ہو، جہان دنیا کے ہر حصہ سے ایک خدا کے ماننے والے سال مین ایک دفعہ اکٹھے ہو کر ابراہیمی طریقہ سے خدا کی عبادت کرین،

---

[1] اسی کو صدقۃ الفطر کہتے ہین، اس غلہ کی قیمت دیدینا بھی جائز ہے،

خانہ کعبہ وہ مسجد ہے جدھر منہ کرکے ہر مسلمان دن مین پانچ بار اپنی نماز ادا کرتا ہے، اب یہ ضروری ٹھہرا کہ مسلمانون مین سے جن کو طاقت ہو اور ان کے پاس راستہ کا خرچ ہو، وہ عمر مین ایک دفعہ اس مسجد مین حاضر ہون، اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس مسجد کے چارون طرف پھیرے کرین، جو طواف کہلاتا ہے، اور صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیون کے بیچ مین ویسے ہی دوڑ دوڑ کر اللہ سے دعائین مانگین جیسے حضرت ہاجرہؑ دوڑی تھین، اور عرفات ومنیٰ کے میدانون مین خدا کی بارگاہ مین گڑگڑا کر اپنے گناہون کی معافی مانگین، اور منیٰ مین آکر حضرت اسماعیلؑ کی طرح قربانی کا جشن منائین، اور دنیا کے سارے مسلمان ایک جگہ مل کر دین اور دنیا کی بھلائی کی باتین کرین، اور اپنی ساری دنیا مین پھیلی ہوئی اسلامی برادری کی بھلائی کی تجویز سوچین،

کلمۂ توحید کے بعد اسلام کے یہ چارون رکن ہین، یہ چارون رکن اب تکمیل کو پہنچ گئے، اور دین کے وہ احکام جو اخلاق کی پاکی اور معاملات مین عدل اور انصاف کا لحاظ رکھنے کے لیے ضروری تھے، وہ مسلمانون کو سکھا دیئے گئے، اور عرب کے ملک مین مسلمانون کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا، جو دین اسلام کا نمونہ اور اسلامی پیام کا قاصد بن کر دنیا کے دوسرے حصون مین ہدایت کا پیام اور عمل پہنچا سکے، اور اس طرح ساری دنیا اسلام کی تعلیم سے منور ہو سکے،

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے انسانیت نے مساوات کا سبق سیکھ لیا، قریشی اور غیر قریشی، عرب اور عجم، کالے اور گورے، امیر اور غریب سب ایک خدا کے بندہ ہو کر اسلام کے ہر حق مین اور آخرت کے ہر مرتبہ مین برابر ٹھہر گئے انسانون کی پیدا کی ہوئی ساری تفریقین مٹ گئین، سب ایک آدم کے بیٹے ٹھہرے

اور آدم مٹی کا پتلا تھے،

خدا کے سوا ہر باطل کا خوف، آسمان وزمین کی ہر قوت کا ڈر، ہر باطل وسوسہ کا ہراس، دیو، فرشتہ، بھوت، پریت، چاند، سورج، ستارے، دریا، جنگل، پہاڑ، غرض کہ ہر مخلوق، ہر طاقت اور ہر مادی اور روحانی مظہر کی خدائی ہیبت جو کمزور انسانوں پر چھائی تھی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق کی آواز نے اس سارے طلسم کو توڑ کر رکھدیا،

عرب کے وہ سارے غلط رسم ورواج اور سارے جھوٹے قاعدے اور بے شرمی اور بداخلاقی کے پرانے دستور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے مٹ گئے، اور وہ تعلیمات مسلمانوں کی زندگی کے اصول ٹھہرے، جو قرآن لایا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے، اب ایک نئی قوم، نئی امت، نیا تمدن نیا قانون اور نئی حکومت زمین کے پردہ میں قائم ہوئی،

ہمارے پیغمبر کا آخری حج

(حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس مقصد کی خاطر زمین کے پردہ پر بھیجا تھا، جب وہ انجام پا چکا تو اطلاع آئی کہ تمھارا کام ہو چکا، اب تم خدا کے پاس واپسی کے لیے تیار ہو جاؤ، سورۂ نصر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ اسی واقعہ کی خبر ہے،

ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ میں ہر طرف منادی ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ تشریف لے جائیں گے، یہ خبر دفعۃً پورے عرب میں پھیل گئی، اور سارا عرب ساتھ چلنے کے لیے امنڈ آیا، ذیقعدہ کی ۲۶ کو آپ نے غسل فرمایا، اور چادر اور تہمد باندھی اور ظہر کی نماز کے بعد مدینہ سے باہر نکلے، مدینہ سے چھ میل پر ذوالحلیفہ کے مقام پر رات گذاری، اور دوسرے دن دوبارہ غسل فرما کر دو رکعت نماز ادا کی، اور احرام باندھ کر قصوٰی[1] نامی اونٹنی پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے یہ الفاظ فرمائے، جو آج تک ہر حاجی کا ترانہ ہے،

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ — اے خدا ہم تیرے لیے حاضر ہیں، اے خدا

[1] حضور کی اونٹنی کا نام تھا،

لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ اَلْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

ہم تیرے لیے حاضر ہین، تیرا کوئی شریک نہین، ہم تیرے سامنے حاضر ہین، تعریف اور نعمت سب تیری ہے اور بادشاہی تیری ہے تیرا کوئی شریک نہین،

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے بیان کرنے والے ہین، کہتے ہین کہ ہم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائین بائین جہان تک نظر کام کرتی تھی، آدمیون کا جنگل نظر آتا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبیک فرماتے تھے تو اس کے ساتھ کم وبیش ایک لاکھ آدمیون کی زبان سے یہی نعرہ بلند ہوتا تھا، اور دفعۃً پہاڑون کی چوٹیان اس کی جوابی آواز سے گونج اٹھتی تھین، اس طرح منزل بہ منزل آپ آگے بڑھتے چلے، یہانتک کہ اتوار کے روز ذوحجہ کی پانچ تاریخ کو مکہ مین داخل ہوئے،

کعبہ نظر آیا تو فرمایا اے خدا اس گھر کو عزت اور شرف دے، کعبہ کا طواف کیا، مقام ابراہیم مین کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی، اور صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر فرمایا:-

"خدا کے سوا کوئی معبود نہین، اس کا کوئی شریک نہین، اسی کی بادشاہی اور اسی کی حمد ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، کوئی خدا نہین، مگر وہی اکیلا خدا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندہ کی مدد کی، اور اکیلے سارے جتھون کو شکست دی"

عمرہ سے فارغ ہو کر آپ نے دوسرے صحابیون کو احرام کھول دینے کی ہدایت فرمائی اسی وقت حضرت علی مرتضیٰؓ یمنی حاجیون کے ساتھ مکہ پہنچے جمعرات کے روز آٹھوین ذی حجہ کو آپ نے سارے مسلمانون کے ساتھ منیٰ مین قیام فرمایا، دوسرے دن نوین ذی حجہ کو صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ سے روانہ ہوئے، عام مسلمانون کے ساتھ عرفات آ کر ٹھہرے،

دوپہر ڈھل گئی تو قصواء پر سوار ہو کر میدان مین آئے، اور اسی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے حج کا خطبہ دیا،

آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ وجلال کے ساتھ نمودار ہوا، اور جاہلیت کے سارے بیہودہ مراسم مٹا دیے گئے، آپ نے فرمایا:-

"ہان جاہلیت کے سارے دستور اور رسم ورواج میرے دونون پاؤن کے نیچے ہین"

عرب کی زمین ہمیشہ انتقام[1] کے خون سے رنگین رہتی تھی، آج عرب کی نہ ختم ہونے والی آپس کی لڑائیون کے سلسلہ کو توڑا جاتا ہے، اور اس کے لیے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنے خاندان کا نمونہ پیش کرتا ہے،

"جاہلیت کے سارے خون کے بدلے ختم کر دیے گئے، اور سب سے پہلے مین اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حارث کے بیٹے کے انتقامی خون کے بدلہ لینے کا حق چھوڑتا ہون (یعنی دشمن کو معاف کرتا ہون")

تمام عرب مین سودی کاروبار کا ایک جال بچھا تھا، جس سے عرب کے غریب مزدور اور کاشتکار یہودی مہاجنون اور عرب سرمایہ دارون کے ہاتھون مین پھنسے تھے، اور ہمیشہ کے لیے وہ ان کے غلام ہو جاتے تھے، آج اس جال کا تار الگ کیا جاتا ہے اور اس کے لیے بھی سب سے پہلے اپنے خاندان کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے، ارشاد ہے:-

"جاہلیت کے سود مٹا دیے گئے اور سب سے پہلا سود جس کو مین مٹاتا ہون وہ اپنے خاندان کا یعنی عباس بن عبدالمطلب کا ہے"

[1] بدلہ

آج تک عورتین ایک طرح سے شوہرون کی منقولہ جائداد تھین، جو جوؤن مین ہاری اور جیتی جاسکتی تھین، آج پہلا دن ہے کہ یہ مظلوم گروہ انصاف کی داد پاتا ہی، فرمایا:-

"عورتون کے معاملہ مین خدا سے ڈرو، تمھارا حق عورتون پر ہی، اور عورتون کا تم پر ہی"

عورتون کے بعد انسانون کا سب سے مظلوم طبقہ غلامون کا تھا، آج اس کے انصاف پانے کا دن آیا، فرمایا:-

"تمھارے غلام، تمھارے غلام، ان کے حق مین انصاف کرو، جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ،

عرب مین امن وامان نہ تھا، اس لیے جان اور مال کی کوئی قیمت نہ تھی، آج امن وسلامتی کا بادشاہ ساری دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہے۔

"آپس مین تمھاری جان اور تمھارا مال ایک دوسرے کے لیے قیامت تک اتنا ہی عزت کے قابل ہے جتنا آج کا دن، اس پاک مہینہ مین، اور اس پاک شہر مین"

امن وامان کی اس منادی مین سب سے پہلی چیز اس دینی برادری کا وجود ہے، جس نے قبیلون اور خاندانون کے رشتون سے بڑھکر عرب کے سارے قبیلون بلکہ دنیا کے سارے انسانون مین اسلامی برادری کا رشتہ جوڑ دیا، ارشاد ہوا:-

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور سارے مسلمان بھائی بھائی ہین"

دنیا کی بے اطمینانی کی سب سے بڑی چیز جس نے ہزارون سال تک قومون سے لڑایا ہے، وہ قومی فخر وغرور ہے، آج اس فخر وغرور کا سر کچلا جاتا ہے، اعلان ہوتا ہے:-

"ہان! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی بڑائی نہین، تم سب ایک آدمؑ کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے بنا تھا"۔

اس کے بعد چند اصولی قانون کا اعلان فرمایا گیا،

(۱) خدا نے ہر حقدار کو (وراثت کی رو سے) اس کا حق دیدیا اب کسی وارث کے حق مین وصیت جائز نہین،

(۲) لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا، زناکار کے لیے پتھر ہے، اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے،

(۳) ہان! عورت کو اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دینا جائز نہین"

(۴) قرض دار کو قرض ادا کیا جائے، عاریت لیا ہوا مال واپس کیا جائے، ہنگامی عطیے واپس کیے جائین، جو ضامن بنے وہ تاوان کا ذمہ دار ہو"

آج امت کے ہاتھون مین اس کی ہدایت کے لیے وہ دائمی چراغ رحمت ہوتا ہے جس کی روشنی مین جب تک کوئی چلتا رہے گا، ہر گمراہی سے بچتا رہے گا، فرمایا:-

"مین تم مین ایک چیز چھوڑ جاتا ہون، اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا، تو پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے، اور وہ خدا کی کتاب ہے،

یہ فرما کر آپؐ نے مجمع کی طرف خطاب کیا،

"تم سے خدا کے ہان میری نسبت پوچھا جائے گا، تو تم کیا جواب دوگے"؟

ایک لاکھ زبانون نے ایک ساتھ گواہی دی، ہم کہین گے کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا، اور اپنا

فرض ادا کردیا ہیں کہ آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی، اور تین بار فرمایا اے خدا تو گواہ رہ،
عین اُس وقت جب آپ نبوت کا یہ آخری فرض ادا کر رہے تھے، خدا کی بارگاہ سے یہ بشارت آئی،

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج مین نے تمھارے لئے تمھارے دین کو پورا
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ	کردیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۚ (مائدہ - ۱)	تمھارے لئے اسلام کے دین کو چن لیا،

خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی، کیسا عجیب منظر تھا کہ آج سے بائیس برس پہلے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خدا کی پرستش کی دعوت دی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چند ساتھیوں رضی اللہ عنہم کے سوا کوئی گردن خدا کے آگے خم نہ تھی، اور آج بائیس برس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ گردنین خدا کے حضور مین جھکی تھین، اور اللہ اکبر کا نعرہ ذرہ ذرہ سے بلند تھا،

نماز سے فارغ ہو کر ناقہ پر سوار مسلمانون کے ساتھ موقف تشریف لائے، اور وہان کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے دعا و زاری مین مصروف رہے، جب آفتاب ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری کی، دفعۃً ایک لاکھ آدمیون کے سمندر مین تلاطم برپا ہو گیا، آپ آگے بڑھتے جاتے تھے، اور ہاتھ سے اشارہ کرتے، زبان سے فرماتے جاتے تھے، لوگو! امن اور سکون کے ساتھ، لوگو! امن اور سکون کے ساتھ، مغرب کا وقت تنگ ہو رہا تھا کہ سارا قافلہ مزدلفہ کے مقام پر پہنچا، یہان پہلے مغرب، پھر فوراً عشا کی نماز ادا ہوئی،[1]

[1] یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حج مین نوین ذیحجہ کو ظہر و عصر ایک ساتھ اور مغرب و عشا ایک ساتھ ادا کیجاتی ہین،

صبح سویرے فجر کی نماز پڑھکر قافلہ آگے بڑھا، جان نثار داہنے بائین سے تھے، اہل ضرورت اپنی اپنی ضرورت کے مسئلے پوچھ رہے تھے، اور آپؐ ان کے جواب دیتے جاتے تھے، جمرہ پہنچ کر کنکریان پھینکین، اور لوگون سے خطاب کر کے فرمایا،

"مذہب مین خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے نہ بڑھنا، تم سے پہلی قومین اسی سے برباد ہوئین"

اسی درمیان مین یہ فقرہ بھی فرمایا، جس سے وداع ورخصت کا اشارہ ملتا تھا،

"حج کے مسئلے سیکھ لو، مین نہین جانتا کہ پھر حج کر سکون گا"

یہان سے نکل کر اب منیٰ مین تشریف لائے، داہنے بائین، آگے پیچھے مسلمانون کا ہجوم تھا، مہاجرین قبلہ کے داہنے، انصار بائین، اور بیچ مین عام مسلمانون کی صفین تھین، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ناقہ پر سوار تھے، آپؐ نے آنکھین اٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو نبوت کے ۲۳ سال کے کارنامے نگاہون کے سامنے تھے، زمین سے آسمان تک قبول اور اعتراف کا نور پھیلا تھا، اب ایک نئی شریعت، ایک نئے نظام اور ایک نئے عہد ... کا آغاز تھا، اسی عالم مین محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ فقرے ادا ہوئے:-

"ہان! اللہ نے آسمان اور زمین کو جب پیدا کیا تھا، آج زمانہ پھر پھرا کر اسی فطرت پر آگیا، تمھاری جانین اور تمھاری ملکیتین آپس مین ایک دوسرے کیلیے ویسی ہی عزت کے قابل ہین، جیسے آج کا دن، اس عزت کے مہینہ مین اور اس عزت والی آبادی مین، ہان! دیکھنا میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردنین مارنے لگو، تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے، اور وہ تم سے تمھارے کامون کی بابت پوچھے گا، اگر تم پر ایک کالا نکٹا غلام بھی سردار

بنادیا جائے، جو خدا کی کتاب کے مطابق تم کو لے چلے، تو اس کا کہا ماننا،

اپنے پروردگار کی پرستش کرنا، پانچون وقتون کی نمازین پڑھنا، رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھنا، اور میرے حکمون کو ماننا، تم اپنے پروردگار کی جنت مین داخل ہوگے۔

ہان! اب شیطان اس سے ناامید ہوگیا کہ تمھارے اس شہر مین اس کی پرستش پھر کبھی ہوگی، ہان! چھوٹی چھوٹی باتون مین اس کے کہنے مین آجاؤ گے، اور وہ اسی سے خوش ہوگا"

یہ کہکر آپ نے مجمع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "کیا مین نے اپنا پیغام پہنچا دیا" ہر طرف سے آوازین آنے لگین، ہان بیشک، فرمایا، خداوندا گواہ رہنا، یہ کہکر ارشاد فرمایا، جو یہان موجود ہے، وہ اس پیغام کو اس تک پہنچا دے، جو یہان نہین، یہ گویا تبلیغ کا وہ فریضہ تھا، جو ہر مسلمان کی زندگی کا جزء ہے، ان سب کے بعد آپ نے تمام مسلمانون کو **الوداع** کہا،

حج کے دوسرے کامون سے فرصت کرکے ۱۴ ذیحجہ کو فجر کی نماز خانہ کعبہ مین پڑھکر سارا قافلہ اپنے اپنے مقام کو روانہ ہوگیا، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کے جھرمٹ مین مدینہ کی راہ لی،

وفات

ربیع الاول سلہ

مئی سنہ ۶۳۲ء

حضورؐ کی پاک روح کو اس دنیا مین اسی وقت تک رہنے کی ضرورت تھی کہ نبوت کا کام پورا اور توحید کی روشنی سے دنیا کا اندھیرا دور ہو جائے، اور جب یہ کام پورا ہو چکا تو پھر خدا کے پاس واپسی کا حکم آپہنچا، حجۃ الوداع کے موقع پر عام مسلمانون کو اپنے دیدار سے مشرف فرما کر خدا کے آخری احکام سے مطلع فرمایا، حج کے سفر سے واپس ہونے کے دو ماہ بعد آپؐ نے ان مسلمانون سے بھی رخصت ہونا چاہا جو شہادت کا پیالہ پی کر ہمیشہ کی زندگی پا چکے تھے، چنانچہ اُحد جا کر آپؐ نے اُحد کے شہیدون کیلئے دعا فرمائی، اور ان کو ٹھیک اس طرح رخصت کیا، جیسے مرنے والا اپنے زندہ عزیزون کو رخصت کرتا ہے، اس کے بعد ایک مختصر تقریر کی جس مین فرمایا:-

"مین تم سے پہلے حوض کوثر پر جا رہا ہون، اس حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی ایلہ سے جحفہ تک، مجھ کو دنیا کے سارے خزانون کی کنجیان دی گئین، مجھے یہ ڈر نہین کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، البتہ اس سے ڈرتا ہون کہ تم دنیا مین پھنس کر آپس مین ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ، تو پھر تم بھی

اسی طرح برباد ہو جاؤ، جیسے پہلی قومین برباد ہو گئین"

اُحد کے شہیدون کے بعد عام مسلمانون کے قبرستان کی باری آئی، صفر سنہ ۱۱ھ کی کسی درمیانی تاریخ مین آدھی رات کو آپؐ مسلمانون کے عام قبرستان مین جسکا نام جنة البقیع ہے، تشریف لے گئے۔ اور ان کے لیے دعاے خیر فرمائی، واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا، یہ بدھ کا دن اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کی باریؓ کا دن تھا، پانچ دن تک اس بیماری کی حالت مین بھی باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ (کوٹھری) مین تشریف لے جاتے، پیر کے دن بیماری زیادہ بڑھی، تو بیویون سے اجازت لی کہ حضرت عائشہؓ کے گھر قیام فرمائین، کمزوری اتنی تھی کہ بے سہارا چل نہین سکتے تھے، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ دونون بازو تھام کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ مین لائے،

جب تک آنے جانے کی طاقت رہی مسجد مین نماز پڑھانے کو تشریف لاتے رہے، سب سے آخری نماز آپؐ نے مغرب کی پڑھائی، عشا کا وقت آیا، دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی، لوگون نے عرض کی حضورؐ کا انتظار ہے، لگن مین پانی بھروا کر غسل فرمایا، لیکن جب اٹھنا چاہا، تو غش آگیا، افاقہ ہوا تو پھر پوچھا، نماز ہو چکی، پھر کہا گیا کہ حضورؐ کا انتظار ہے، آپ نے پھر غسل فرمایا، اور اٹھنا چاہا، تو بیہوش ہو گئے، افاقہ ہوا، تو پھر دریافت فرمایا، تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا گیا، پھر جیسے اٹھنے کا ارادہ کیا، تو پھر غشی طاری ہو گئی، اب جب افاقہ ہوا، تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائین، چنانچہ کئی دن تک حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی،

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ایک ایک دن ہر بیوی کے گھر قیام فرماتے۔

وفات کے چار روز پہلے طبیعت مین کچھ سکون ہوا، ظہر کے وقت پانی کی سات مشکون سے غسل فرماکر حضرت عباسؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے سہارے سے آپؐ مسجد مین تشریف لائے، جماعت کھڑی تھی، حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھارہے تھے، آہٹ پاکر انھون نے پیچھے ہٹنا چاہا، مگر آپؐ نے روک دیا، اور اُن کے پہلو مین آکر بیٹھ گئے، نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ دیا، جس مین فرمایا کہ "خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتون کو قبول کرے، یا خدا کے پاس جو کچھ ہے، اس کو قبول کرے، لیکن اس نے خدا ہی کے پاس کی چیزین قبول کین" یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے، کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے، کہ یہ بندہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین؛ انصارؓ کی وفاداری کا خیال فرماکر ان کی نسبت فرمایا،

"عام مسلمان بڑھتے جائین گے، لیکن انصار اسی طرح کم ہوکر رہ جائین گے،
جیسے کھانے مین نمک، مسلمانو! وہ اپنا کام کرچکے اب تمھین اپنا کام کرنا ہے،
وہ میرے جسم مین بمنزلہ معدہ کے ہین، میرے بعد جو اسلام کے کامون کو اپنے
ہاتھ مین لے مین اس کو وصیت کرتا ہون کہ وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے"

شرک کا بڑا ذریعہ یہ تھا کہ لوگ پیغمبرون کی نسبت شرعی حد سے بھی بڑھکر عقیدت کا اظہار کرنے لگتے تھے، ان کو شریعت کا حاکم مطلق سمجھتے تھے، یہ نکتہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا، فرمایا،

"حرام وحلال کی نسبت میری طرف نہ کیجائے، مین نے وہی چیز حلال کی ہے
جو خدا نے حلال کی ہے، اور وہی چیز حرام کی ہے، جو خدا نے حرام کی ہے،"

اسلام کی تعلیم کے بموجب عمل کے بغیر حسب ونسب کوئی چیز نہین، یہانتک کہ

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کے اختیار میں بھی نہیں، فرمایا:-

"اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہؓ! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے ہاں کے لیے

کچھ کرلو، میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا"

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے پیغمبروں اور بزرگوں کے مزاروں اور یادگاروں کی تعظیم میں جو مبالغہ کیا تھا، وہ بت پرستی کی حد تک پہنچ گیا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کے سامنے اس وقت مسلمانوں کی صورت حال تھی کہ وہ میرے بعد میری قبر اور یادگاروں کے ساتھ کہیں یہی نہ کریں، اتفاق سے حضورؐ کی بعض بیبیوں نے جنہوں نے حبشہ کے سفر میں عیسائی گرجوں کو دیکھا تھا، ان کے مجسموں اور بتوں کا تذکرہ کیا، آپؐ نے فرمایا "ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے، تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں، اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں، یہ ایسا کرنے والے قیامت کے دن بہت برے ٹھہریں گے"

عین بے چینی کی حالت میں جب کبھی چادر منہ پر ڈال لیتے، جب گھبراتے تو چہرہ الٹ دیتے، آہستہ سے یہ فرمایا:-

"یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت کا گھر بنا لیا ہے"

اسی حالت میں یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں، دفعتہً فرمایا کہ عائشہؓ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ کیا محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کردو۔

مرض میں زیادتی اور کمی ہوتی رہتی تھی، جس دن وفات ہوئی، یعنی پیر کے دن بظاہر طبیعت ہلکی تھی، حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا، آپؐ نے صبح کے وقت پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے، دیکھ کر مسکرا دیے، کہ خدا کی زمین میں آخر وہ گروہ پیدا ہو گیا، جو رسول کی تعلیم کا نمونہ بنکر خدا کی یاد میں لگا ہے، لوگوں نے آہٹ پاکر خیال کیا کہ آپؐ باہر آنا چاہتے ہیں، خوشی سے لوگ بے قابو ہو چلے تھے، اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں، حضرت ابو بکرؓ نے جو امام تھے، چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں، لیکن آپؐ نے اشارہ سے روکا، اور حجرہ کے اندر ہو کر پردہ چھوڑ دیا، کمزوری اتنی تھی کہ آپؐ پردہ بھی اچھی طرح نہ چھوڑ سکے، یہ سب سے آخری موقع تھا، جس میں عام مسلمانوں نے حضورؐ کو آپؐ کی زندگی میں دیکھا،

دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا، آپ پر بار بار غشی طاری ہو رہی تھی، حضرت فاطمہ زہراؓ یہ دیکھ کر بولیں "ہائے میرے باپ کی بے چینی"! آپؐ نے سنا تو فرمایا، "تمھارا باپ آج کے بعد پھر بےچین نہ ہوگا"

سہ پہر تھی، سینہ میں سانس کی گھرگھراہٹ محسوس ہوتی تھی، اتنے میں مبارک ہونٹ ہلے، تو لوگوں نے آپؐ کو یہ کہتے سنا،

"نماز اور غلاموں سے نیک برتاؤ"!

اتنے میں ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا، اور تین دفعہ فرمایا،

بل الرفیق الاعلیٰ — اب اور کوئی نہیں وہی سب سے بڑھکر ساتھی (خدا) چاہیے،

بالرفیق الاعلیٰ

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے، آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئیں، اور روح پاک عالم قدس

مین پہنچ گئی، اللّٰھمّ صلّ وسلّم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

مدینہ کی گلیون مین جان نثارون کے رونے کی آوازین آنے لگین، اُن کی آنکھون مین دنیا اندھیری ہو گئی، مسجد نبوی مین کہرام مچ گیا، حضرت عمرؓ نے تلوار نکال لی کہ جو یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اسکا سر اڑا دون گا، حضرت ابوبکرؓ آئے اور حضرت عمرؓ کی اس حالت کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ آج کا دھندلکا کل کتنی بڑی گمراہی کا سبب ہو سکتا ہے۔ انھون نے سیدھے منبر نبوی کی طرف رخ کیا، اور یہ تقریر فرمائی،

"لوگو! اگر کوئی محمد کو پوجتا تھا، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دنیا سے تشریف لے گئے، اور اگر کوئی محمد کے رب کو پوجتا تھا، تو وہ زندہ ہے، اس کو موت نہین، (پھر یہ آیت تلاوت فرمائی)

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ	اور محمد تو خدا کے رسول ہین اُن
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ	سے پہلے بہت سے نبی گذر چکے
اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ	کیا وہ اگر مرجائین یا خدا کی راہ مین
انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ	مارے جائین تو کیا تم اپنے پیچھے پاؤن
مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ	اسلام سے لوٹ جاؤ گے، اور جو کوئی
فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ	لوٹ جائیگا، تو وہ خدا کا کچھ نہین
سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ	بگاڑے گا، اور اللہ اس نعمت کی
(آل عمران ۱۵)	قدر جاننے والون کو جزا دے گا۔

اس آیت کا سننا تھا، کہ سارے مسلمانون کی آنکھین کھل گئین، ... ایسا معلوم ہوا

کہ یہ آیت پاک آج ہی اتری ہے، ہر مسلمان کی زبان پر یہی آیت تھی، اور اسی کا چرچا تھا،

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہجرت کے گیارہوین سال ربیع الاول کے مہینہ دوشنبہ یعنی پیر کے دن سہ پہر کے وقت ہوئی، مشہور روایت ہے کہ یہ بارہ[۱۲] ربیع الاول کی تاریخ تھی، مگر خاص لوگون کی تحقیق یہ ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تھی،[٭] آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجہیز و تکفین کا کام منگل (سہ شنبہ) کو شروع ہوا اور آپ کے خاص عزیزون نے اُس کام کو انجام دیا، حضرت فضلؓ بن عباس، حضرت علیؓ اور حضورؐ کے آزاد کئے ہوئے غلام، حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اُسامہؓ نے انجام دیا، حضرت عباسؓ بھی موجود تھے، حضرت عائشہؓ کے جس حجرہ مین آپؐ نے وفات پائی تھی، وہین آپؐ کو دفن کیا گیا، اور اسی لیے یہ حجرہ آج کے دن تک روضۂ نبویؐ کے نام سے موسوم ہے،

٭ یہ تحقیق سیرۃ النبیؐ (مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی جلد دوم) مین مین نے لکھی ہے،

ازواج واولاد رضی اللہ عنہم

ازواج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھین. ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ اور زمعہ کی لڑکی حضرت سودہؓ سے نکاح کیا، اس کے بعد دوسری بیویان نکاح مین آئین، جن کے نام یہ ہین :-

حضرت زینبؓ ام المساکین، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زینبؓ بنت جحش، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان، حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب، حضرت میمونہؓ بنت حارث اور حضرت صفیہؓ،

ان مین حضرت زینبؓ ام المساکین کے علاوہ اور سب بیویان آپ کی وفات کے وقت زندہ تھین، اور آپؐ کے بعد اپنے دینی اور علمی فیض و برکت سے دنیا کو مالامال کرتی رہین، آپؐ کی ایک بیوی اور تھین، جو کنیز تھین اور مصر سے آئی تھین، اور ماریہ قبطیہؓ کہلاتی تھین، یہ سب ساری امت کی مائین تھین، اس لیے امہات المومنین کہی جاتی ہین، اللہ تعالیٰ کی رضا ان کے ساتھ ہو،

اولاد آپؐ کی ساری اولادین صرف پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ سے ہوئین، اخیر بیوی حضرت ماریہؓ سے ایک صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے، جو بچپن ہی

ؔ بیویان ؔ بنت لڑکی کو کہتے ہین،

مین وفات پاگئے، حضرت خدیجہؓ سے تین صاحبزادے حضرت قاسم، حضرت طاہر اور حضرت طیب ہوئے تھے، انھون نے بھی بچپن ہی مین وفات پائی، باقی اور چار صاحبزادیان ہوئین، اور سب نے اسلام کا زمانہ پایا، سب سے بڑی حضرت زینبؓ جن کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا، انھون نے سنہ ۸ھ مین امامہ نام ایک بچی چھوڑ کر وفات پائی، منجھلی کا نام حضرت رقیہؓ تھا، جو اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ کے نکاح مین آئین، اور مدینہ آکر سنہ ۲ھ مین انتقال کیا، تیسری صاحبزادی کا نام ام کلثومؓ تھا، حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد اُن سے حضرت عثمانؓ نے نکاح کیا، اور سنہ ۹ھ مین وفات پائی، چھوٹی صاحبزادی جو حضرتؐ کو سب سے زیادہ پیاری تھین، حضرت فاطمہ زہراؓ تھین، جن سے حضرت علی مرتضیٰؓ نے شادی کی، اور ان سے دو صاحبزادے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے،

اخلاق و عادات

کسی نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاق کیسے تھے؟ اونھوں نے کہا، کیا تم نے قرآن نہین پڑھا ہے؟ جو کچھ قرآن مین ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے، غرض آپ کی ساری زندگی قرآنِ پاک کی عملی تفسیر تھی، اور یہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے، خود قرآن نے اس کی شہادت دی اور کہا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی بیشک اے محمد! آپ حسنِ اخلاق کے بڑے رتبہ پر ہین"،

حضورؐ نہایت خاکسار، ملنسار، مہربان اور رحمدل تھے، چھوٹے بڑے سب سے محبت کرتے، نہایت سخی، فیاض اور داد و دہش والے تھے، امکان بھر سب کی درخواست پوری کرتے، تمام عمر کسی کے سوال پر "نہین" نہین کہا، خود بھوکے رہتے، اور دوسرون کو کھلاتے، ایک مرتبہ ایک صحابی کی شادی ہوئی، ان کے پاس ولیمہ کا کچھ سامان نہ تھا حضورؐ نے ان سے فرمایا، کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ، اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، حالانکہ اس آٹے کے سوا شام کے لیے گھر مین کچھ بھی نہ تھا، فیاضی اور دنیا کے مال سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ گھر مین نقد کی قسم سے کوئی چیز بھی ہوتی تو جب تک وہ سب خیرات نہ کر دیجاتی، آپ اکثر گھر مین آرام نہ فرماتے، ایک بار فدک کے رئیس نے چار اونٹون پر غلہ بھیجا، اس کو بیچ کر قرض ادا کیا گیا، پھر بھی کچھ بچ رہا، آپؐ نے کہا کہ جب تک کچھ بھی باقی رہے گا، مین گھر مین نہین

جاسکتا، رات مسجد مین بسر کی، دوسرے دن جب معلوم ہوا کہ غلہ تقسیم ہو چکا ہے، تب گھر مین تشریف لے گئے،

حضور صلّی اللہ علیہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے، آپؐ کے یہان مسلمان، مشرک اور کافر سب ہی مہمان ہوتے، آپؐ سب کی خاطر کرتے، اور خود ہی سب کی خدمت کرتے۔ کبھی ایسا ہوتا، کہ مہمان آجاتے، اور گھر مین جو کچھ موجود رہتا، وہ ان کو کھلا پلا دیا جاتا۔ اور پورا گھر فاقہ کرتا، ایک دفعہ آپؐ کے یہان ایک کافر مہمان ہوا، آپؐ نے ایک بکری کا دودھ اس کو پلایا، وہ سب دودھ پی گیا، آپؐ نے دوسری بکری منگوائی، یہ اس کا بھی دودھ پی گیا۔ غرض سات بکریون تک نوبت آئی، جب تک اس کا پیٹ نہ بھر گیا، آپؐ دودھ پلاتے گئے۔ راتون کو اٹھ اٹھ کر مہمانون کی دیکھ بھال فرماتے، کہ اُن کو کوئی تکلیف تو نہین ہے، گھر مین رہتے تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھون سے کرتے۔ اپنے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریون کا دودھ اپنے ہاتھون سے دوہتے، مجمع مین بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے، مسجد نبویؐ کے بنانے اور خندق کے کھودنے مین سب مزدورون کے ساتھ مل کر آپؐ نے بھی کام کیے،

آپؐ تیمون سے محبت رکھتے، اور ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے، فرمایا، مسلمانون کا سب سے اچھا گھر وہ ہے، جس مین کسی یتیم بچے کے ساتھ بھلائی کی جارہی ہے، اور سب سے خراب گھر وہ ہے جس مین کسی یتیم بچے کے ساتھ برائی کی جاتی ہو۔ آپؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ جن کی حالت یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیان گھس گئی تھین، اور مشک مین پانی بھر بھر لانے سے سینہ پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے، انھون نے ایک دن آپؐ سے ایک خادمہ کے لیے عرض کیا، آپؐ نے جواب دیا۔ فاطمہؓ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہین، ایک روایت

مین ہے کہ اے فاطمہؓ صفہ کے غریبون کا اب تک کوئی انتظام نہین ہوا ہے، تو تمھاری درخواست کیسے قبول کرون،

غریبون کے ساتھ آپ کا برتاؤ ایسا ہوتا کہ ان کو اپنی غریبی محسوس نہ ہوتی، ان کی مدد فرماتے، اور ان کی دلجوئی کرتے، اکثر دعا مانگتے تھے کہ خداوندا مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا، اور مسکینون ہی کیساتھ میرا حشر کر، ایک بار ایک پورا قبیلہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوا، یہ لوگ اتنے غریب تھے کہ ان مین سے کسی کے بدن پر کوئی ٹھیک کپڑا نہ تھا، ننگے بدن، ننگے پاؤن، ان کو دیکھ کر آپ پر بہت اثر ہوا، پریشانی مین اندر گئے، باہر تشریف لائے، اس کے بعد سب مسلمانون کو جمع کر کے ان لوگون کی امداد کے لیے فرمایا،

آپ مظلومون کی فریاد سنتے، اور انصاف کے ساتھ ان کا حق دلاتے، کمزورون پر رحم کھاتے، بیکسون کا سہارا بنتے، مقروضون کا قرض ادا کرتے، حکم تھا کہ جو مسلمان مرجائے، اور اپنے ذمہ قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، مین اس کو ادا کردونگا، اور وہ جو ترکہ چھوڑ جائے، وہ وارثون کا حق ہے، مجھے اس سے کوئی مطلب نہین ہے"

آپ بیمارون کو تسلی دیتے، اُن کو دیکھنے جاتے، دوست دشمن اور مومن و کافر کی اس مین کوئی قید نہ تھی، گنہگارون کو معاف کر دیتے، دشمنون کے حق مین دعاے خیر فرماتے، جانی دشمنون اور قاتلانہ حملہ کرنے والون تک سے بدلہ نہین لیا، ایک بار ایک شخص نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا، صحابہؓ اس کو گرفتار کر کے سامنے لائے، وہ آپ کو دیکھ کر ڈر گیا، آپ نے فرمایا ڈرو نہین، اگر تم مجھکو قتل کرنا چاہتے تبھی تو نہین کر سکتے تھے.

ہبار بن الاسود جو ایک طرح سے حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا
کا قاتل تھا، فتح مکہ کے موقع پر اس نے چاہا کہ ایران بھاگ جائے، لیکن وہ سیدھے
حضورؐ کے پاس آیا، اور کہا یا رسول اللہ! میں بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا لیکن
آپ کا رحم وکرم یاد آیا، اب میں حاضر ہوں، اور میرے جن جرموں کی خبر آپؐ کو
ملی ہے، وہ درست ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا،
ہمسایوں کی خبر گیری فرماتے۔ ان کے ہاں تحفے بھیجتے، ان کا حق پورا کرنے
کی تاکید فرماتے رہتے، ایک دن صحابہؓ کا مجمع تھا، آپؐ نے فرمایا، خدا کی قسم وہ مومن
نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، صحابہؓ نے پوچھا کون یا رسول اللہ! فرمایا وہ جس کا
پڑوسی اس کی شرارتوں سے بچا ہوا نہ ہو، آپؐ اپنے پڑوسیوں کے گھر جا کر ان کے
کام کر آتے، پڑوسیوں کے سوا، اور جو بھی آپؐ سے کسی کام کے لیے کہتا، اس کو پورا
فرماتے، مدینہ کی لونڈیاں آپؐ کی خدمت میں آتیں، اور کہتیں یا رسول اللہؐ میرا
یہ کام ہے، آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے، اور ان کا کام کر دیتے، بیوہ ہو یا مسکین یا
کوئی اور ضرورت مند سب ہی کی ضرورتوں کو آپ پورا فرماتے، اور دوسروں کے
کام کرنے میں عار محسوس نہ فرماتے،
بچوں سے بڑی محبت فرماتے تھے، ان کو چومتے اور پیار کرتے تھے، فصل
کا نیا میوہ سب سے کم عمر بچہ جو اس وقت موجود ہوتا، اس کو دیتے، راستہ میں بچے
مل جاتے، تو خود ان کو سلام فرماتے، اسلام سے پہلے عورتیں ہمیشہ ذلیل رہی ہیں،
لیکن ہمارے حضورؐ نے ان پر بہت احسان فرمایا، ان کے حقوق مقرر فرمائے، اور
اپنے برتاؤ سے ظاہر فرما دیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے، بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے،

آپ کے پاس ہر وقت مردون کا مجمع رہتا تھا عورتون کو آپ کی باتین سننے کا موقع نہ ملتا.
اس لیے خود عورتون کی درخواست پر آپ نے ان کے لیے خاص دن مقرر فرما دیا
تھا، عورتین دلیری اور بے تکلفی سے آپ سے مسائل پوچھتین، لیکن آپ برا نہ مانتے
ان کی خاطرداری کا خیال رکھتے تھے،

آپ ساری دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے تھے، اس لیے کسی کے ساتھ بھی
زیادتی اور ناانصافی کو پسند نہ فرماتے تھے، یہان تک کہ جانور کے ساتھ لوگ جو
بے پروائی برتتے تھے، وہ بھی آپ کو گوارا نہ تھی، اور ان بے زبانون پر جو ظلم
ہوتا تھا، اس کو روک دیا،

ایک بار ایک صاحب نے ایک پرندہ کا انڈا اٹھالیا، چڑیا بے قرار ہو کر پر
مار رہی تھی، آپ نے پوچھا کہ کس نے اس کا انڈا لیا ہے، اور اس کو دکھ پہنچایا ہے'
ان صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے یہ کیا ہے. آپ نے فرمایا وہین رکھ دو،

آپ کی نظر مین امیر و غریب سب برابر تھے، قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت
چوری کے جرم مین گرفتار ہوئی، لوگون نے حضرت اسامہؓ جن کو آپ بہت
چاہتے تھے، ان سے سفارش کرائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے فرمایا،
کہ تم سے پہلے کی قومین اسی لیے برباد ہوگئین، کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا، تو اسکو
چھوڑ دیتے، اور معمولی آدمی جرم کرتا، تو وہ سزا پاتا، خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہؓ
کرتی، تو اس کے ہاتھ بھی کاٹے جاتے،

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا — مرادین غریبون کی بر لانے والا
مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیرون کا ملجا ضعیفون کا ماوی
یتیمون کا والی، غلامون کا مولیٰ

خطا کار سے درگذر کرنے والا | بد اندیش کے دل مین گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا | قبائل کا شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا | کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنون سے تھا جہل چھایا | پلٹ دی بس اک آن مین اسکی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

حضرت انس کہتے ہین کہ مین نے دس برس آپ کی خدمت مین گذارے، مگر آپ نے نہ کبھی ڈانٹا، نہ مارا، نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیون کیا، اور یہ کیون نہ کیا، آپ نے تمام عمر کبھی کسی کو نہین مارا، اور یہ کیا عجیب بات ہے کہ ایک فوج کا جرنیل جس نے مسلسل نو برس لڑائیون مین گذارے، اور جس نے کبھی لڑائی کے میدان سے منہ نہین موڑا، اس نے اپنے دشمن پر بھی کبھی تلوار نہین اٹھائی، اور کبھی اپنے ہاتھ سے کسی پر وار کیا۔ احد کے میدان مین جب ہر طرف سے آپ پر پتھرون، تیرون اور تلوارون کی بارش ہو رہی تھی، آپ اپنی جگہ پر کھڑے رہے، اور جان نثار فدائی اپنے بائین کٹ کٹ کر گر رہے تھے،

اسی طرح حنین کی لڑائی مین اکثر مسلمان غازیون کے پاؤن اکھڑ چکے تھے،

لے برائیان ؂ یعنی قرآن پاک ؂ صدیون

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے تھے، صحابہؓ کہتے ہیں: لڑائی کے اکثر معرکوں میں آپ وہاں ہوتے تھے، جہاں بڑے بڑے بہادر کھڑا ہونا اپنی شجاعت کا آخری کارنامہ سمجھتے تھے، اگر ایسے خوفناک مقاموں میں وہ کبھی دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، اُحد کے دن جب مشرکوں کے حملہ میں سر مبارک زخمی اور دندانِ مبارک شہید ہوا، یہ فرماتے تھے کہ خداوندا! انھیں معاف کر کہ یہ نہیں جانتے،

سالہا سال کی ناکامی کی تکلیفوں کے بعد بھی کبھی مایوسی نے آپؐ کے دل میں راہ نہ پائی، آخر وہ دن آیا، جب آپؐ اکیلے سارے عرب پر چھا گئے، مکہ کی تکلیفوں سے گھبرا کر ایک صحابیؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم لوگوں کے لیے کیوں دعا نہیں فرماتے، یہ سن کر آپؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا، اور فرمایا، کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ان کو آروں سے چیرا گیا، اُن کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں، جس سے گوشت پوست سب کٹ کٹ جاتا، لیکن یہ تکلیفیں بھی ان کو حق سے پھیر نہ سکیں، خدا کی قسم دین اسلام اپنے کمال کے مرتبہ پر پہنچ کر رہے گا، یہاں تک کہ صنعاء (یمن) سے حضرموت تک ایک سوار اس طرح بے خطر چلا جائے گا، کہ اس کو خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہ ہو گا۔"

آپؐ کا وہ عزم و استقلال یاد ہو گا، جو آپؐ نے اپنے چچا کو یہ جواب دیا تھا کہ چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی حق کے اعلان سے باز نہ رہوں گا،

ایک بار دوپہر کو ایک لڑائی میں آپؐ ایک درخت کے نیچے اکیلے آرام

فرمارہے تھے، ایک عرب آیا، اور تلوار کھینچ کر بولا، بتا اے محمد اب تجھ کو مجھ سے کون
بچا سکتا ہے؟ اطمینان اور تسلی سے بھری ہوئی آواز مین جواب دیا اللہ، وہ یہ
جواب سن کر کانپ گیا۔ اور تلوار نیام مین کر لی

لڑائیون کے مالِ غنیمت اور خیبر وغیرہ کی زمینون کی پیداوار کا حال سنکر
کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ اب اسلام کی غربت کا زمانہ ختم ہو گیا، اور پیغمبر اسلام علیہ السلام بڑے
آرام اور تزک و احتشام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ازواج مطہراتؓ اور اہلبیت کرامؓ
کے گھرون مین جو کچھ آیا، وہ دوسرے ضرورت مندون اور محتاجون کے نذر ہو جاتا
تھا، اور خود آپؐ کی اور آپؐ کے اہلِ بیت کی زندگیان اسی تنگی اور غربت سے بسر ہوتی
تھین، خود فرمایا کرتے تھے، کہ آدم کے بیٹے کے لیے ستر چھپانے کو ایک کپڑا اور پیٹ بھرنے
کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی کافی ہے"، اور اسی پر آپ کا عمل تھا، حضرت عائشہؓ
کہتی ہین کہ آپؐ کا کپڑا کبھی تہ کر کے رکھا نہین جاتا تھا، یعنی ایک ہی جوڑا کپڑا ہوتا
تھا، دوسرا نہین، جو تہ کر کے رکھا جاتا،

حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرون مین اکثر فاقہ رہتا تھا، اور کئی کئی دنون تک
رات کو کھانا نہین ملتا تھا، دو دو مہینون تک لگاتار گھرون مین چولھا جلنے کی نوبت
نہین آتی تھی، چند کھجورون پر گذارا ہوتا تھا کبھی کوئی پڑوسی بکری کا دودھ بھیجدیتا
تو وہی پی لیتے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آپؐ نے (مدینہ کے زمانۂ قیام مین)
کبھی دو وقت سیر ہو کر کھانا نہین کھایا،

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک بھوکا آپؐ کی خدمت مین آیا، آپنے ازواج مطہراتؓ
مین سے کسی کے ہان کہلا بھیجا، جواب آیا کہ گھر مین پانی کے سوا کچھ نہین، آپنے دوسرے

گھر مین آدمی بھیجا، وہان سے بھی یہی جواب آیا، غرض آٹھ نو گھرون مین سے کہین پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہین نکلی،

ایک دن آپ بھوک مین ٹھیک دوپہر کو گھر سے نکلے، راستہ مین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ملے، یہ دونون بزرگ بھی بھوکے تھے، آپ ان کو لیکر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر آئے، ان کو خبر ہوئی، تو دوڑے آئے، اور باغ سے جاکر کھجورون کا ایک خوشہ توڑ لائے، اور سامنے رکھدیا، اس کے بعد ایک بکری ذبح کی، اور کھانا تیار کیا، اور سامنے لاکر رکھا، حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھکر فرمایا، یہ فاطمہؓ کے یہان بھجوا دو، اُس کو کئی دن سے کھانا نصیب نہین ہوا ہے،

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب وفات پائی ہے، تو حالت یہ تھی کہ آپ کی زرہ تین سیر جو پر ایک یہودی کے پاس گرو تھی، جن کپڑون مین وفات پائی، ان مین اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے،

حضرت فاطمہؓ زہرا سے آپ کو بڑی محبت تھی، مگر یہ محبت سونے چاندی کے زیورون اور اینٹ چونے کے مکانون مین کبھی ظاہر نہین ہوئی، بی بی فاطمہؓ اپنے ہاتھ سے کام کرتین، مشک بھر کر پانی لاتین، آٹا گوندھتین، اور اگر کبھی باپ سے کسی غلام یا لونڈی کی فرمایش کرتین، تو فرماتے کہ بیٹی یہ تسبیح پڑھ لیا کرو، ایک دفعہ جب بہت سی لونڈیان اور غلام آئے، تو آپ کی خدمت مین جاکر عرض کی، فرمایا، جان پدر! بدر کے یتیم اور صفہ کے مسافر تم سے زیادہ مستحق ہین،

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال | گھر مین کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھین ہاتھ کی دونون ہتھیلیان | چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا

سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھین بار بار ۔۔۔ گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا

اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے ۔۔۔ جھاڑو کا شغل بھی جو ہر صبح و شام تھا

آخر گئین جناب رسولِ خدا کے پاس ۔۔۔ یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذنِ عام تھا

محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکین نہ عرض ۔۔۔ واپس گئین کہ پاس حیا کا مقام تھا

پھر جب گئین دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے ۔۔۔ کل کس لیے تم آئی تھین کیا خاص کام تھا؟

غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکین ۔۔۔ حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن ۔۔۔ جن کا کہ صُفّۂ نبوی مین قیام تھا

ہین انکے بندوبست سے فارغ نہین ہنوز ۔۔۔ ہر چند اس مین خاص مجھے اہتمام تھا

جو جو مصیبتین کہ اب ان پہ گذرتی ہین ۔۔۔ مین ان کا ذمہ دار ہون میرا یہ کام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے انکا حق ۔۔۔ جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئین ۔۔۔ جرأت نہ کر سکین کہ ادب کا مقام تھا

یون کی ہے اہلِ بیتِ مطہرؑ نے زندگی

یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

آپ کبھی کسی کا احسان لینا گوارا نہ فرماتے حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت کے وقت سواری کے لیے اونٹ پیش کیا، تو آپ نے اس کی قیمت ادا فرمادی، جن لوگون سے تحفہ قبول فرماتے تھے، ان کو اس کا بدلہ ضرور دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ہدیہ مین ایک اونٹنی پیش کی، آپ نے اس کا بدلہ دیا، تو اس کو تھوڑا معلوم ہوا، آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، کہ تم لوگ مجھے ہدیہ دیتے ہو، اور مین امکان بھر اس کا بدلہ دیتا ہون تو ناراض ہوتے ہو،

آپ لین دین کے معاملات میں بہت صاف تھے، فرمایا کرتے کہ سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرض کو اچھی طرح سے ادا کرتے ہیں، ایک دفعہ کسی سے آپ نے اونٹ قرض لیا، جب واپس کیا تو اُس سے بہتر اونٹ واپس کیا، ایک بار کسی سے ایک پیالہ عاریت لیا، اتفاق سے وہ گم ہو گیا، تو آپ نے اس کا تاوان ادا فرمایا،

جو وعدہ فرماتے اس کو پورا کرتے، کبھی بدعہدی نہیں فرمائی، صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی، کہ مکہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا، وہ مکہ والوں کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائے گا، چنانچہ ایک صاحب ابو جندل مکہ سے بھاگ کر آئے، اور فریاد کی، سب مسلمان یہ دیکھ کر تڑپ گئے، لیکن آپ نے صاف فرما دیا کہ اے ابو جندل! صبر کرو، میں بدعہدی نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ تیرے لیے کوئی راستہ نکالیگا،

سچائی آپ کی ایک ایسی صفت تھی کہ دشمن بھی اس کو مانتے تھے، ابو جہل کہا کرتا تھا کہ محمد میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ تم جو کچھ کہتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا،

آپ شرمیلے بہت تھے، کبھی کسی کے ساتھ بدزبانی نہیں کی، بازاروں میں جاتے تو چپ چاپ گذر جاتے، بھری محفل میں کوئی بات ناگوار ہوتی، تو لحاظ سے زبان سے کچھ نہ کہتے، لیکن چہرہ سے معلوم ہو جاتا، آپ کی طبیعت میں بہت استقلال تھا، جس چیز کا ایکبار ارادہ ہو جاتا، پھر اس کو پورا ہی فرماتے، غزوہ اُحد میں صحابہؓ سے مشورہ کیا، سب نے حملہ کی رائے دی لیکن جب آپ زرہ پہن کر تشریف لائے تو رک جانے کا مشورہ دیا گیا، آپ نے فرمایا، پیغمبر زرہ پہنکر اتار نہیں سکتا

آپ کی بہادری بھی بے مثال تھی، ایک بار مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آگئے لوگ مقابلہ کے لیے تیار ہوئے، لیکن سب سے پہلے حضورؐ نکل پڑے، اور گھوڑے پر

زین کے بغیر گشت لگائے، اور واپس آکر لوگون کو تسکین دی، کہ کوئی خطرہ کی بات نہین ہے،

مزاج مبارک مین سادگی بہت تھی، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے کسی چیز مین تکلف پسند نہ تھا، جو سامنے آجاتا وہ کھالیتے، پہننے کے لیے موٹا جھوٹا جو مل جاتا اس کو پہن لیتے، زمین پر، چٹائی پر، فرش پر، جہان جگہ ملتی بیٹھ جاتے، خدا کی نعمتون سے جائز طور پر فائدہ اٹھانے کی اجازت آپؐ نے ضرور دی، لیکن تن پروری اور عیش نہ اپنے لیے پسند فرمایا، نہ عام مسلمانون کے لیے، ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ گھر مین چھت گیری لگی ہوئی ہے، اسی وقت پھاڑ ڈالی، اور فرمایا کہ خدا نے ہم کو دولت اس لیے نہین دی ہے کہ اینٹ پتھر کو کپڑے پہنائے جائین، ایک بار حضرت فاطمہؓ کے گلے مین سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا کہ تم کو برا نہ معلوم ہوگا جب لوگ کہین گے کہ پیغمبر کی لڑکی کے گلے مین آگ کا ہار ہے،

دنیا سے بے رغبتی کے باوجود آپؐ کو خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا، کبھی کبھی دلچسپی کی باتین فرماتے، ایک بار ایک بڑھیا آپؐ کے پاس آئی، اور جنت کے لیے دعا کی خواہش کی، آپؐ نے فرمایا، کہ بڑھیان جنت مین نہ جائین گی، اسکو بہت رنج ہوا، روتی ہوئی واپس چلی، آپؐ نے لوگون سے کہا کہ اس سے کہدو کہ بڑھیان جنت مین نہ جائین گی، مگر جوان ہو کر جائین گی، بعض لوگ رات دن نماز روزہ مین مشغول رہنا چاہتے تھے، اس کی وجہ سے بیوی بچون نیز اپنے جسم کے حق کے پورا نہ ہونے کا اندیشہ تھا، اس لیے حضورؐ اس کو روکتے، حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ کے متعلق خبر ہوئی کہ انھون نے ہمیشہ دن مین روزہ رکھنے اور رات بھر

عبادت کرنے کا عہد کیا ہے، آپ نے ان کو بلا بھیجا، اور پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ انھون نے کہا ہان! فرمایا کہ تم پر تمھارے جسم کا حق ہے، آنکھ کا حق ہے، بیوی کا حق ہے،
آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کسی کے گھر جاتے تو دروازہ کے داہین یا بائیں کھڑے ہوتے، اور اس سے اجازت مانگتے، سامنے اس لیے نہ کھڑے ہوتے کہ نظر گھر کے اندر نہ پڑے،

صفائی کا خاص خیال رہتا، ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہین ہوتا، کہ کپڑے دھو لیا کرے گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے، ایک ایک فقرہ الگ ہوتا، کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے، جو بات ناپسند ہوتی، اس کو ٹال دیتے، زیادہ تر چپ رہتے، بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے

آپ ہر لحظہ اور ہر لحہ خدا کی یاد مین لگے رہتے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، غرض ہر وقت اسی کی خوشی کی تلاش رہتی، اور ہر حالت مین دل اور زبان سے اللہ کی یاد جاری رہتی، صحابہؓ کی محفلون مین یا بیویون کے حجرون مین ہوتے، اور یکایک آذان کی آواز آتی، آپ اٹھ کھڑے ہوتے، رات کا بڑا حصہ خدا کی یاد مین بسر ہوتا، کبھی پوری پوری رات نماز مین کھڑے رہتے، اور بڑی بڑی سورتین پڑھتے آپ اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے پیغمبر تھے، پھر بھی فرمایا کرتے، کہ مجھکو کچھ نہین معلوم کہ میرے اوپر کیا گذرے گی؟ ایک مرتبہ بڑے پر اثر الفاظ مین فرمایا، اے قریشیو! آپ اپنی خبر لو، مین تم کو خدا سے نہین بچا سکتا، اے عبد مناف! مین تم کو خدا سے نہین بچا سکتا، اے عباسؓ بن عبدالمطلب! مین تم کو بھی خدا سے نہین بچا سکتا، اے صفیہ رسول خدا کی پھوپھی مین تم کو بھی خدا سے نہین بچا سکتا، اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ!

مین تم کو بھی خدا سے نہین بچا سکتا،

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ مین ایک بار حضورؐ کی خدمت مین حاضر ہوا، دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہین، آنکھون سے آنسو جاری ہین، روتے روتے اس قدر ہچکیان بندھ گئی تھین، کہ معلوم ہو رہا تھا کہ چکی چل رہی ہے، یا ہانڈی ابل رہی ہے، ایک بار آپؐ ایک جنازہ مین شریک تھے، قبر کھودی جا رہی تھی، آپ قبر کے کنارے بیٹھ گئے، اور یہ منظر دیکھ کر رونے لگے، یہان تک کہ زمین تر ہو گئی، پھر فرمایا بھائیو! اس دن کے لیے سامان کر رکھو،

اوپر کے صفحون مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات اور آپؐ کے اچھے اخلاق، اور عادات کو پڑھ چکے، اب اس کی کوشش ہونا چاہیے، کہ حضورؐ کی زندگی کی ہم پیروی اور آپ کی بتائی ہوئی باتون پر عمل کرین، کہ خدا کی خوشی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے، اور دین و دنیا کی بادشاہت کی صرف یہی ایک کنجی ہے،